امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ مولانا محمد قاسم سوپولوی
■ سونپا ہوا خواب (تبصرہ کتاب)
■ جمہوریت کا بدلتا منظرنامہ
■ اتحاد امت کی حقیقی بنیادیں
■ رافیل ڈیل......
■ اخبار جہاں، ہفتۂ رفتہ، ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 57/67 شمارہ نمبر 09 مورخہ ۲۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۴/ مارچ ۲۰۱۹ء روز سوموار

دین اور سیاست

تبرکات

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ

اسلام میں مذہب اور سیاست الگ الگ نہیں، نہ مذہب سے الگ سیاست کوئی چیز ہے اور نہ سیاست سے الگ مذہب کوئی چیز ہے، یہ فرق انہیں مذاہب میں نکل سکتا ہے، جنہوں نے صرف تعلق مع اللہ کے چند اصول پر بطور تصوف یا جوگیت تہذیب نفس کی سعی کی ہے اور انسان کو دنیا کے تعلقات ولذائذ سے الگ کر کے خدا سے ملانے کی صورت رکھی ہے، ان میں ترک دنیا بایں معنی اصل ہے کہ آدمی دنیا کے تمام معاملات، تمام لذتوں اور تمام روابط کو ترک کر کے گھر سے باہر اولاد عزیز واقارب تک سے یکسو ہو کر کسی پہاڑ کے گوشے اور دریا کے کنارے بیٹھ کر یاد الٰہی میں مشغول ہو، ظاہر ہے کہ وہاں تعلقات کی کثرت اور ہمہ گیری کب برداشت کی جاسکتی تھی، لیکن جس مذہب نے تعلق مع اللہ کے ساتھ تعلق مع الخلق اور تعلق مع النفس کے شعبے بھی اسی تفصیل سے پیش کئے ہوں، اس کے یہاں یہ قطع تعلقات اور ترک لذات کی رہبانیت ناتمام انسانیت سمجھی جاتی ہو اور ترک دنیا کا مفہوم گوشہ گیری نہ ہو، بلکہ دنیا کے ہجوم میں رہ کر اداء حقوق ہو وہ سیاسی اور معاشرتی تعلقات سے اپنے پیروں کو کب علاحدہ رکھ سکتا تھا اور اسے رہبانیت کب برداشت ہوسکتی تھی؟

پس اس کے یہاں جیسے دیانات مذہب کا جزوِ اعظم ہے، وہیں سیاسیات بھی مذہب کا جزو اہم ہیں اور مذہب اور سیاست کے الگ الگ ہونے کے کوئی معنی نہیں، مذہب اور سیاست کی یہ تفریق ایسے ہی غلط ہے، جیسا کہ آج مذہب اور سائنس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سائنس نے مذہب کی بنیادوں کو کمزور کر دیا ہے اور یہ دونوں باہم جمع نہیں ہو سکتے، حالانکہ سائنس انہیں مذاہب کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا جنہوں نے تمدن کو مٹا کر رہبانیت دنیا میں قائم کی، لیکن جو مذہب تمدنی حقوق، تمدنی ضروریات اور وقت کے تقاضوں کے مناسب معاشرتی اقتصادی ضروریات کی تکمیل کا حامی ہو، اسے سائنس سے نقصان تو کیا پہنچتا سائنس اس کی ممد ومعاون خادم ہے، ایسے ہی سیاست بھی دین کی خادم اور اس کا ایک جزو اہم ہے، البتہ اس سیاست کی معنی سیاستِ عصریہ کے نہیں بلکہ سیاست شرعیہ کے ہیں، جس کی بنیاد علم واخلاق، تقویٰ وطہارت اور فضائل اعمال پر ہے، اور جو رذائل اخلاق واعمال کو مٹانے کے لئے دنیا میں بھیجی گئی ہے نہ کہ ان کی تقویت کے لئے اور بالفاظ دیگر سیاست نبوت مراد ہے، سیاست ملوکیت نہیں۔

یہ سیاست مذہب کا جزوِ اعظم ہے جس سے کسی حال میں قطعِ نظر نہیں کی جاسکتی ہے۔ مگر اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ ان دونوں میں دیانت اصل اور مقصود بالذات ہے اور سیاست اس کے بقاء واستحکام کا ذریعہ اور وسیلہ ہے، یہی وجہ ہے کہ ہزار ہا انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ میں دیانات کے ابواب تو سب کو دیئے گئے، مگر سیاسیات اور جہاد کی مشروعیت بعض کے لئے ہوئی اور بعض کے لئے نہیں، اگر ایک ہی درجہ کے دونوں مقاصد ہوتے تو یہ تفریق ناممکن تھی، اسی طرح جن اقوام کو دیانت اور سیاست دونوں دی گئیں، جیسے بنی اسرائیل وہاں بھی اتنی تفریق عموماً دیکھی جاتی ہے کہ انبیاء کا سلسلہ الگ ہے اور سلاطین کا الگ، شاذ ونادر ہی ایک آدھ جگہ جمع ہوا ہے، مگر مقصودیتِ دیانات کی شان وہاں بھی نمایاں رکھی گئی کہ دیانات کا حکم نبی کی طرف سے ہوتا تھا اور اس کی تنفیذ سلاطین اور امراء عدل کے ہاتھ سے، ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ دنوں شاخیں لا کر جمع کر دی گئیں، آپ بیک وقت خلیفۃ اللہ فی الارض بھی تھے اور مزلی دین عالم بھی، مگر اصل دین تھا جو آپ کی سلطنت کا محور ومرکز رہا، یعنی آپ کی ساری اسلامی سیاست دین کے محور پر گھومتی تھی، اور صرف اس لئے تھی کہ اس کی قوت سے اوامرِ دین نفاذ پذیر ہوتے رہیں اور اجراء وترویج دین میں کوئی رکاوٹ نہ ہونے پائے جس سے دیانت کا مقصود بالذات ہونا اور سیاست کا اس کے حق میں وسیلہ ہونا صاف واضح ہوتا ہے، چنانچہ قرآن نے اس کی تصریح کی ہے۔ ''یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دیدیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کام کرنے کا آرڈر دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے۔''

> **''اسلامی سیاست اور مسلمانوں کی کسی سیاسی جد وجہد کا مقصد وہ کبھی نہیں ہوسکتا جو آج کی عصری سیاستوں میں پیش نظر رکھا جاتا ہے، جس کا تمام تر خلاصہ صرف تین چیزیں ہوتی ہیں۔ زمین، زر اور ذاتی اقتدار، آج کے سیاسی اور جنگی اقدامات کی آخری منزل اور حقوق طلبی کا آخری معیار اس کے سوا کچھ نہیں کہ فلاں فلاں خطہ جغرافیائی حیثیت سے چونکہ فلاں ملک یا قوم کا حق ہے، لہذا اسے ملنا چاہئے یا فلاں فلاں رقبہ میں فلاں قوم کا تجارتی نظام، قومی یا نسلی یا وطنی حقوق کے ماتحت قائم ہونا چاہئے، یا فلاں ریاست پر فلاں شہنشاہی کا اقتدار قائم ہونا چاہئے، ورنہ پھر جنگ ہے۔''**

یہاں تمکین فی الارض یعنی سلطنت کی غرض وغایت دیانات کے شعبوں کو قرار دیا گیا ہے جس سے سلطنت کا ان امور کے حق میں وسیلہ ہونا ظاہر ہوتا ہے، جس کا راز یہ ہے کہ انبیاء کا مقصد دنیا میں امانت کا پھیلانا ہے جو ایمان اور امن کی زمین ہے اور جسے انسان کے سوا کائنات ارض وسماء کے کسی بڑے سے بڑے جزو نے بھی قبول کرنے سے کانوں پر ہاتھ دھر لیا تھا، اس امانت کی ضد فتنہ ہے جو اس کے حق میں سدِّ راہ ہوتا ہے، یہ فتنہ کبھی علم کی راہ سے آتا ہے اور کبھی عمل کی۔

علمی فتنہ کا نام فتنہ شبہات ہے اور عملی فتنہ کا نام فتنہ شہوات ہے، اور ظاہر ہے کہ فتنہ شبہات جبکہ علم نافع میں مخل ہے تو وہ جہل کی قسم سے ہوگا اور فتنہ شہوات جبکہ عمل صالح میں مخل ہے تو وہ از قسم ظلم ہوگا۔ اس لئے فتنہ مجموعہ ظلم وجہل ہے، اور امانت مجموعہ علم واخلاق، انبیاء کا مقصد چونکہ امانت پھیلانا ہے، جس کی راہ میں یہ فتنہ خلل انداز ہوتا تھا تو اس کا دفعیہ ضروری سمجھا گیا اور یہ فتنہ یعنی ظلم وجہل جبکہ انسان میں جبلی تھا تو جبلت کا بدل دینا اور لوگوں کے خلاف طبع شبہات وشہوات سے انہیں نکالنا کوئی آسان کام نہ تھا کہ بغیر طاقت کے محض وعظ وپند سے پورا ہو جائے، اس لئے سیاسی قوت کی ضرورت پڑی پس طاقت دیانات کے مستحکم کرنے اور ان میں علم واخلاق نبوت پیدا کرنے کا ایک آلہ اور ذریعہ ہوا تاکہ خلقِ خدا امن وسکون کے ساتھ اس علم وخلق سے اپنے مقصد زندگی یعنی طاعت وعبادت الٰہی کے فرائض انجام دیتی رہے۔

اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلامی سیاست اور مسلمانوں کی کسی سیاسی جد وجہد کا مقصد وہ کبھی نہیں ہوسکتا جو آج کی عصری سیاستوں میں پیش نظر رکھا جاتا ہے، جس کا تمام تر خلاصہ صرف تین چیزیں ہوتی ہیں۔ زمین، زر اور ذاتی اقتدار، آج کے سیاسی اور جنگی اقدامات کی آخری منزل اور حقوق طلبی کا آخری معیار اس کے سوا کچھ نہیں کہ فلاں فلاں خطہ جغرافیائی حیثیت سے چونکہ فلاں ملک یا قوم کا حق ہے، لہذا اسے ملنا چاہئے یا فلاں فلاں رقبہ میں فلاں قوم کا تجارتی نظام، قومی یا نسلی یا وطنی حقوق کے ماتحت قائم ہونا چاہئے، یا فلاں ریاست پر فلاں شہنشاہی کا اقتدار قائم ہونا چاہئے، ورنہ پھر جنگ ہے۔

ظاہر ہے کہ پہلی صورت میں زمین، دوسری صورت میں زر، اور تیسری میں ایک قوم کا ذاتی اقتدار نکلتا ہے، جسے جنگ کے لئے وجہ جواز اور کافی حجت سمجھ لیا جاتا ہے آج کی دنیا کی دو ثلث آبادی انہیں تین وجوہ جواز سے کٹ مرنے اور سر پھٹول کے عذاب میں مبتلا ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام جلد ۸)

مزاج کو بدلئے

''ہمیں مثبت حکمت عملی کے ساتھ آگے بڑھنا ہے، اپنے جمہوری حقوق کیلئے لائحہ عمل تیار کرنا ہے، ہمیں اپنے سماج کے مزاج کو بدلنے کی پالیسی بنانی ہے، ہمیں اندھی حمایت اور روایتی وابستگی سے باہر نکلنا ہوگا، ہماری ذمہ داری ہے کہ سیاسی استحصال کرنے والوں کو پہچانیں، اپنے اندر شعور وآگہی پیدا کریں اور کلمہ واحدہ کی بنیاد پر جینے کا مزاج پیدا کریں۔''

(امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم)

بلا تبصرہ

''مودی کے دور اقتدار میں سرحد پار سے ہونے والی دہشت گردی میں بے انتہا اضافہ ہوا ہے، حال ہی میں وزارت داخلہ کے ذریعہ پارلیمنٹ میں پیش کی گئی ایک رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۴ء سے ۲۰۱۸ء کے درمیان جموں وکشمیر میں دہشت گردانہ واقعات میں بے تحاشہ اضافہ ہوا ہے، ان چار برسوں میں شہریوں کی ہلاکتوں میں ۳۵/ فیصد اور فوجیوں اور دیگر سیکورٹی اہلکاروں کی ہلاکتوں میں ۹۳/ فیصد اضافہ ہوا۔''

(روزنامہ انقلاب ۲۱/ فروری ۲۰۱۹ء)

اللہ کی باتیں ـــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

اپنے اندر تبدیلی لایئے

اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی حالت کو بدل نہیں دیتے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کر لیتا ہے تو پھر اس کے ہٹنے کی کوئی صورت ہی نہیں اور کوئی خدا کے سوا ان کا مددگار نہیں رہتا۔(الرعد:۱۱)

مطلب: اس آیت میں اللہ جل شانہ نے اپنے مخصوص انداز اور خاص اسلوب میں انسانی دنیا پر قوموں کے عروج وزوال کے اثرات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اشخاص اور افراد کی اجتماعی حالات میں اسی وقت مدد کرتا ہے جب اس کے افراد اپنے ذاتی حالات میں تبدیلی پیدا کرلیں، ہمارے تمام مصائب ومشکلات کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے اجتماعی نظام زندگی میں ایسی تبدیلی کو پیدا نہ کیا جو کسی قوم کی ترقی اور کامیابی کے لئے ضروری ہوتی ہے، آج کا انسان اگر اس حقیقت کو سمجھ لے تو ان کے حالات نیا رخ اختیار کر سکتے ہیں، ذرا غور کیجئے اس وقت پوری دنیا کے مسلمانوں پر مغربی تہذیب وتمدن کا سایہ چھایا ہوا ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کے رشتہ کو صاحب امت سے کاٹ دیا جائے اور اس کو بے دست وپا بنا کر رکھ دیا جائے، مگر افسوس ہے کہ ہم خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور خواہشات نفس کی تسکین کے لئے نئی نئی راہیں تلاش کر رہے ہیں، یہی وہ المیہ ہے جس سے آج ہماری اجتماعی قوت ضائع ہو رہی ہے، ان حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اجتماعی انقلاب کے لئے افراد سازی کے عمل کو تیز کریں، ملی اتحاد کو مضبوط بنائیں اجتماعی کوششوں کے بغیر ہمارا کوئی کام پایہ تکمیل تک نہیں پہونچ سکتا، انبیاء نے اپنی دعوت وارشاد میں سب سے پہلے دلوں کی اصلاح ودرستگی کا کام کیا، اس لئے بھی کہ دل کسی کام کے کرنے کا منصوبہ بناتا ہے اور دماغ اس کی تائید کرتا ہے، اگر دل درست ہو جائے گا تو انسانی جسم کا نظام درست ہو جائے گا، اور اگر اس میں بگاڑ وفساد پیدا ہو جائے تو پورے جسمانی نظام میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ سن لو انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ ٹھیک ہے تو انسانی زندگی کا پورا نظام درست رہے گا، اور اگر اس میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو پورے جسم انسانی میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا، پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جانتے ہو لوگو وہ ٹکڑا کون سا ہے وہ دل ہے، گویا دل اصلاح وفساد کا محور ہے، اس لئے اس کو ذکر الٰہی سے ہمیشہ منور کیا جائے، تاکہ ہماری زندگی میں صالح انقلاب برپا ہو، حدیث شریف میں ہے کہ ”لكل شئى صقا له“ ہر چیز کا صیقل (چمکانے والا) ہوتا ہے اور دلوں کا صیقل اللہ کا ذکر ہے اے اللہ ہمارے قلوب کی اصلاح فرما، شیاطین کے وساوس سے محفوظ فرما اور اپنی مرضیات پر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما۔

مساوات وبرابری کا اسلامی تصور

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ معزز قبیلہ کی ایک عورت نے چوری کا ارتکاب کیا، قبیلہ کے لوگوں نے حضرت اسامہؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفارش کے لئے بھیجا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم سے پہلے کی قومیں ہلاک ہوگئیں جب کوئی معزز چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کر دیتے اور قسم خدا کی اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو محمد اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتے (بخاری شریف کتاب الحدود)

وضاحت: اسلام کے اصول حکمرانی کا امتیاز یہ ہے کہ اس کی نگاہ میں تمام انسان برابر ہیں، اس کے یہاں خاندانی وجاہت وشرافت یا عہدہ ومنصب کی بنیاد پر قانون میں کسی قسم کا کوئی امتیاز نہیں ہے، ہاں اخلاقی طریقے پر بڑوں کی عزت وتکریم کرنا اور چھوٹوں پر شفقت ومحبت کا برتاؤ کرنا انسانی تقاضہ ہے، لیکن حدود وقصاص کے نفاذ میں کوئی ترجیح حاصل نہیں ہے کہ کسی غریب آدمی نے حق تلفی کی تو اس کو مجرم تصور کر کے سزا دیدی جائے اور شرفا ومالدار اور صاحب وجاہت کو معاف کر دیا جائے، ایسا کرنا قانون مساوات اور عدل وانصاف کے خلاف ہے، اسلام چاہتا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ عادلانہ ومنصفانہ برتاؤ کیا جائے کسی کے ساتھ ظلم وزیادتی اور حق تلفی نہ ہو، البتہ اس نے جرم کی نوعیتوں پر سزائیں مقرر کی ہیں، ان میں بعض کو حدود اور بعض کو قصاص کہا جاتا ہے، حدود وقصاص کا نفاذ معاشرہ سے فساد اور بدامنی کو ختم کرنے کے لئے رکھا گیا ہے کہ لوگ جرائم سے باز آجائیں اور دوسرے لوگ اس سزا سے عبرت پکڑیں اس لئے اسلام نے مختلف جرائم پر الگ الگ سزائیں مقرر کی ہیں، مثلاً چوری کی سزا نص قطعی سے ثابت ہے کہ چور کے ہاتھ کو کاٹا جائے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ چوری کرنے والا مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے کمائی کا بدلہ ہے تاکہ اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا کے بعد کوئی خوف سزا کی وجہ سے دوبارہ جرم کے ارتکاب کا بھی تصور نہ کرے، یہ اور بات ہے کہ مال مسروقہ کی حیثیت کو دیکھا جائے گا اگر مسروقہ چیز مالیت رکھتی ہو اور خفیہ طریقے سے ارتکاب جرم کیا ہو تو یہ سزا دی جائے گی لیکن اگر مسروقہ چیز مقدار نصاب کو نہیں پہونچتی ہو تو قطع ید تو ساقط ہو جائے گا لیکن مجرم کو تعزیری سزا دی جائے گی جس کی تفصیلی بحث کتب فقہ میں موجود ہے، اسلام صرف یہ چاہتا ہے کہ معاشرہ اور سماج میں امن وسلامتی قائم رہے، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب حضرت اسامہ نے مذکورہ خاتون کی سفارش کی تو آپ صلی اللہ کا چہرہ انور بدل گیا، اور ارشاد فرمایا کہ ماضی میں قوموں کی ہلاکت وبربادی کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ صاحب ثروت لوگ اپنے جرم سے بچ جاتے تھے اور کمزور اس کے شکار ہو جاتے اس لئے اسلام اللہ کے بندوں کے ساتھ عدل وانصاف چاہتا ہے، جو کوئی بھی جرم کرے گا اس کو سزا ملے گی چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

دودھ میں دوا گھول کر پلانے سے حرمت رضاعت

ایک خاتون نے اپنے بھتیجہ کو اپنے دودھ میں دوا گھول کر پلا دیا، کیا اس سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ وہ اپنی لڑکی کی شادی مذکورہ بھتیجہ سے کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجـــــواب و باللّٰہ التـــــوفیق

دودھ میں دوا گھول کر پلانے سے حرمت رضاعت اس وقت ثابت ہوگی جب کہ دودھ کا رنگ یا ذائقہ دوا پر غالب ہو یا کم از کم اس کے برابر ہو، اگر دودھ رنگ اور ذائقہ ہر دو اعتبار سے مغلوب ہو جائے، تو ایسی صورت میں حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ ”ولو خلط لبن المرأة بالماء أو بالدواء أو بلبن البهيمة فالعبرة للغالب، وفى المنتقىٰ فسر الغلبة فى رواية ابن سماعة عن ابى يوسف رحمه الله فقال: إذا جعل فى لبن المرأة دواء فغير اللبن و لم يغير الطعم أو على العكس فأوجربه صبيا حرم و إن غير اللون وا لطعم فلم يوجد طعم اللبن و ذهب لونه لم يحرم “(الفتاوىٰ التاتار خانيه:٤/٣٦٩)ولو استويا وجوب ثبوت الحرمة لأنه غير مغلوب كذا فى البحر الرائق۔(الفتاوىٰ الهندية:١/٣٤٤)

لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ خاتون کا دودھ رنگ یا ذائقہ کے اعتبار سے دوا پر غالب ہے یا برابر ہے تو ایسی صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی چنانچہ وہ اپنی لڑکی کی شادی مذکورہ لڑکے سے نہیں کر سکتی ہے۔ اور اگر دوا رنگ اور ذائقہ ہر دو اعتبار سے دودھ پر غالب ہے اور دودھ مغلوب ہے تو ایسی صورت میں حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی، وہ اپنی لڑکی کی شادی مذکورہ لڑکے سے کر سکتی ہے، شرعاً جائز ودرست ہے۔

بیوی کا دودھ پینے سے حرمت رضاعت

شوہر نے بیوی کا پستان منہ میں لیا، دودھ کے چند قطرات حلق سے نیچے اتر آئے، ایسی صورت میں نکاح باقی رہا یا ختم ہو گیا؟

الجـــــواب و باللّٰہ التـــــوفیق

مدت رضاعت گذر جانے کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، لہٰذا صورت مسئولہ میں شخص مذکور اور اس کی بیوی کے درمیان رشتۂ نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا، نکاح باقی ہے، البتہ منہ میں جیسے ہی دودھ محسوس ہوا، اس کو تھوک دینا چاہیئے، نگل کر اس نے بہت بڑی غلطی کی، کیوں کہ مدت رضاعت کے بعد کسی عورت کا دودھ پینا حرام اور باعث گناہ ہے۔ اس پر لازم ہے کہ پوری ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار کرے۔ ”ويثبت التحريم فى المدة فقط، اما بعدها فإنه لا يوجب التحريم و فى الدرو لم يبح الارضاع بعد مدته لأنه جزء آدمى والانتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح۔“(الدر المختار مع رد المحتار:٢/٤٠٤)

جس جسم کے تین ٹکڑے ہو گئے ہوں اس کا غسل

ایک آدمی ریلوے لائن پار کر رہا تھا، اسی درمیان ٹرین آگئی، جس کی زد میں وہ آ گیا اور جسم تین ٹکڑوں میں منتشر ہو گیا، اب اس کو غسل کیسے دلایا جائے گا؟

الجـــــواب و باللّٰہ التـــــوفیق

صورمسئولہ میں شخص مذکور کا اگر آدھا یا آدھا سے زیادہ جسم سر سمیت موجود ہے تو غسل وکفن دلایا جائے گا، اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس کے سارے منتشر اعضاء کو جمع کر کے اس پر پانی بہا دیا جائے گا اور کفن میں لپیٹ کر اسی منتشر اعضاء پر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا جائے گا۔ ”ولو وجد اكثر البدن أو نصفه مع الرأس يغسل و يكفن ويصلى عليه۔“(الفتاوىٰ الهندية:١/١٥٩)

”ولو وجد طرف من أطراف انسان أو نصفه مشقوقا طولاً أو عرضاًيلف فى خرقة إلا إذا كان معه الرأس فيكفن كما فى البدائع۔“(رد المحتار:٣/٩٩)

جلی بھنی ہوئی نعش کا غسل

ایک گھر میں آگ لگ گئی، جس میں کچھ لوگ جل کر مر گئے، نعش کی پوزیشن یہ ہے کہ اس کو ہاتھ لگانا مشکل ہے، ایسی صورت میں اس کو غسل کیسے دلایا جائے گا؟

الجـــــواب و باللّٰہ التـــــوفیق

صورت مسئولہ میں مذکورہ نعش کو ہاتھ لگانا اور باضابطہ غسل دینا مشکل اور دشوار ہو تو اس پر لوٹے وغیرہ سے پانی بہا دیا جائے، باضابطہ غسل نہ دیا جائے۔ ”ولو كان الميت متفسخاً يتعذر مسحه كفىٰ صب الماء عليه كذا فى التاتار خانيه۔“(الفتاوىٰ الهندية:١/١٥١)

جو نعش پھول پھٹ گئی ہو اس کا غسل

ایک مسلم کی نعش جنگل میں ملی جس کے کچھ اعضاء درندے چیر پھاڑ کر کھا گئے تھے، نعش بالکل سڑ گئی ہے، اس میں اتنا تعفن ہے کہ کوئی قریب جانے سے گھبراتا ہے، ایسی صورت میں اسکو غسل اور کفن کیسے دلایا جائے گا؟

الجـــــواب و باللّٰہ التـــــوفیق

صورت مسئولہ میں مذکورہ نعش جو بالکل پھول، پھٹ گئی ہو اور اس کو باضابطہ غسل دینا ممکن نہ ہو تو ایسی صوت میں اس پر پانی بہا دیا جائے اور کفن میں لپیٹ کر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا جائے۔ ”ولو كان الميت متفسخاً يتعذر مسحه كفىٰ صب الماء عليه كذا فى التاتار خانيه۔“(الفتاوىٰ الهندية:١/١٥١)

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار　پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 57/67 شمارہ نمبر 09 مورخہ ۲۶؍جمادی الثانیہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۴؍مارچ ۲۰۱۹ء روز سوموار

تجارت نہیں عبادت

وہ کام جو کار نبوت میں شامل ہے اور جس کے لئے اجر خداوندی کا وعدہ ہے اور جس کے لئے انبیاء نے بار بار ﴿اِنْ اَجْرِ یَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ﴾ کا اعلان کیا، اسی کام کو بزنس اور تجارت بنا دینا اور اسکی پاکیزگی کو حصول منفعت کا ذریعہ بنانا ،اس پورے کام کی توہین کے مترادف ہے۔

محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

علماء کو چھوڑئے، ان کا تو مشن ہی جہالت کی تاریکی میں علم وحکمت کے چراغ روشن کرنا تھا، دوسرے لوگ بھی اسے روٹی روزی کا علم کہنے پر چراغ پا ہو جاتے تھے، پڑھے لکھے لوگ جانتے ہیں کہ جب معاشیات کے باوا آدم، اسمتھ نے اکنومکس کو ''بریڈ اینڈ بٹر'' کا علم کہا تھا تو علمی دنیا میں بھونچال آ گیا تھا اور آج تک اس تعریف کی مذمت اسی نام پر کی جاتی ہے۔

اب نہ اسمتھ رہے اور نہ ان کی مذمت کرنے والے، کاش وہ ہوتے تو کھلی آنکھوں دیکھ لیتے کہ آج سارے علوم کی ڈور ''بریڈ اینڈ بٹر'' سے ہی جوڑ دی گئی ہے۔ اور مدارس اسلامیہ تک کی تعلیم میں یہ دیکھنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ پڑھ کر یہ کیا کریں گے؟ یعنی ان کی روٹی کا کیا ہوگا؟ مولانا ابوالکلام آزاد نے کلکتہ میں ایک بار تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ عصری اداروں میں طلبہ کی جو بھیڑ ہے وہ تشنگان علوم کی نہیں، ان لوگوں کی ہے جنہیں بتایا گیا ہے کہ اس تعلیم سے روٹی کے دو ٹکرے اور شوربہ کی ایک پیالی مل سکتی ہے۔ اس سوچ نے جن اداروں کو پیدا کیا ان کی بڑی بڑی فیس نے تعلیم کے کام کو مشکل تر کر دیا، وہی پڑھ رہے ہیں، جن کی تجوریاں بھری ہوئی ہیں اور وہ ان اداروں کی موٹی فیس ادا کر سکتے ہیں۔ رہ گئے وہ غریب جن کے نام پر ادارے قائم کئے گئے تھے اور زکوۃ وخیرات تک کی رقم لیکر شرعی وغیر شرعی انداز میں بلڈنگیں کھڑی کی گئیں، ان کے لئے آج بھی ''دلی دور ہے''

تعلیم کو تجارت بنا دینے کا سب سے بڑا نقصان غریب لوگوں کو ہی ہوا ہے، جو پیٹ کی آگ بجھانے اور دو وقت کی روٹی کے لئے دوڑ لگا رہے ہیں، وہ اس موٹی فیس کی ادائیگی سے قاصر رہتے ہیں اور ان کے لیے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو زری کے کارخانوں اور ہوٹل میں بھیج دینا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ ہمارے دینی مکاتب جو کل بھی اور آج بھی تعلیم کے فروغ کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں اور وہ مدارس جو آج بھی غریب طلبہ کی کفالت کر کے انہیں علم سے آشنا کرتے ہیں ان کے غیر معیاری، قدامت پسند ہونے کا ایسا پروپیگنڈہ کیا گیا کہ امراء کے بچوں نے ادھر کا رخ کرنا چھوڑ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ خیرات وزکوۃ اور دوسرے مدات سے وہ اس کی بھرپور مدد کرتے ہیں لیکن اپنے بچے کو وہ ان اداروں میں دینے سے کتراتے ہیں، وہ مذہبی تعلیم سے محبت نہیں کرتے، اسے ضروری بھی نہیں سمجھتے، بس ثواب کے لئے دیتے، دلاتے رہتے ہیں۔ اگر انہیں مذہبی تعلیم سے محبت ہوتی اور اس کی ضرورت کو سمجھتے تو اپنے چشم و چراغ کو اس دولت سے کیوں محروم رکھتے۔ اس پروپیگنڈہ کے نتیجہ میں لوگوں کا اعتماد بھی ان پر کم ہونے لگا اور لوگوں نے کنونٹ وغیرہ کی طرف معیار اور جدت کے نام پر دوڑ لگائی۔ لڑکوں پر بستہ کا بوجھ بڑھا اور گارجین پر اخراجات کا، اور بات وہیں کی وہیں رہی، بلکہ کہنا چاہئے کہ جس کام کے لئے ہم لڑکوں کو تیار کر رہے تھے، کوچنگ کرا رہے تھے، اس میں کامیابی کا تناسب گھٹتا چلا گیا۔

اس سے زیادہ تشویشناک بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے چھ سے پندرہ سال کے بچوں میں پندرہ فی صد وہ ہیں جنہیں کسی تعلیمی ادارہ کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہوتا، وجہ؟ معاشی بدحالی اور حصول تعلیم کے لئے روز مرہ گراں ہوتی فیس ہے، مدارس کا رخ تو اس لئے نہیں ہوتا کہ اتنے وقت میں پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے بچہ کچھ کما لے گا پھر اس لیے کہ ان مدارس کے تعلیمی معیار کے بارے میں ہمارا ذہن صاف نہیں ہے، اس ذہنی پراگندگی کے نتیجے میں سچر کمیشن کی رپورٹ کے مطابق چار فی صد بچے ہی ادھر کا رخ کرتے ہیں پھر ان میں بھی کتنے درمیان میں ہی ڈراپ آؤٹ کر جاتے ہیں۔ اس ساری صورت حال سے نمٹنے کے لئے کچھ ادارے مفت تعلیم اور کچھ اسکالرشپ، وظائف وغیرہ کا نظم کرتے ہیں لیکن ان اداروں میں شفافیت کی کمی ہوتی ہے، ان میں اقرباء نوازی کی جڑیں اتنی مضبوط اور پختہ ہوتی ہیں کہ ''گھر'' سے باہر جانے والے وظائف محدود تر ہو جاتے ہیں، اور نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔ مستثنیات سب جگہ ہوتے ہیں، یہاں بھی ہیں لیکن عمومی حال یہی ہے جس کا ذکر کیا گیا۔ ایسے تعلیمی اداروں سے جو طلبہ فارغ ہوتے ہیں ان کے ذہن کی اٹھان معاشی بنیادوں پر ہوتی ہے، ان کے ذہن میں مادی ترقی کا ایک مینار ہوتا ہے اور اس بلندی تک پہنچنے کے لئے وہ کچھ بھی کر گزرنے کو تیار ہوتے ہیں، سماج میں رشوت کے بڑھتے رواج کی یہ بھی ایک وجہ ہے، لینے والا اپنی معاشی خواہشات کی تکمیل کے لیے لیتا ہے اور دینے والا اپنی معاشی اڑان کے حصول کے لئے دیتا ہے۔ آخر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو جہنم کی بشارت یوں ہی نہیں ﴿الرَّاشِیُ وَ الْمُرْتَشِی کِلَا ھُمَا فِی النَّارِ﴾ مدارس کے فارغین کی بھی ایک بڑی تعداد سرکاری اداروں کی طرف اسی نقطۂ نظر سے بھاگتی ہے اور نو تشکیل شدہ مدرسہ بورڈ کی حمایت بھی انہی بنیادوں پر بعض حضرات کر رہے ہیں۔

ایسے میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم تعلیم کو سستا اور عام انسانوں کی پہنچ کے لائق بنا دیں۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ جب ساری کمپنیاں اپنی مصنوعات کے نرخ کو کمپٹیشن مارکیٹ میں کم کرتی ہیں، ہمارے یہاں مقابلہ فیس کے بڑھانے کا ہوتا رہا ہے، بلکہ ''زیادہ فیس معیاری تعلیم'' ہماری سوچ کا محور بن گیا ہے، اور جس طرح بغیر سلامی اور جہیز کے مطالبہ کے کوئی لڑکا مل جائے تو ہمیں اس میں نقص معلوم ہوتا ہے، اسی طرح بغیر فیس یا کم فیس والے تعلیمی اداروں کے بارے میں ہماری رائے ٹھیک نہیں ہوتی۔

قبل از وقت

یہ دنیا دار الاسباب ہے، یہاں ہدف اور نشانے تک پہونچنے کے طریقے متعین ہیں، انہیں طریقوں میں سے ایک یہ ہے کہ پہلے افراد سازی کی جائے، جس ہدف کو پانا ہے اس کے لیے افراد تیار کیے جائیں، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کم وبیش تیرہ سالہ مکی زندگی میں یہی کام کیا، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ تیار ہوئے ان کے ساتھ صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت تھی، جن کا دل ودماغ مذہبی احکام وہدایت کو نہ صرف ماننے بلکہ اس پر مر مٹنے کو ہمہ وقت تیار تھا، ہجرت کے بعد بھی مدینہ طیبہ میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو جاری رکھا، یہاں آپ نے اسلامی زندگی کی شروعات میثاق مدینہ سے کیا، جس میں بقاء باہم کے بنیادی اصول کو اہمیت دی گئی تھی اور تنازعات سے دور رہنے کی کوشش کی گئی تھی، اس کے ذریعہ دھیرے دھیرے ایسا سماج تیار ہو گیا، جس نے فتح مکہ کو یقینی بنایا اور حکومت الٰہیہ کی بنا اور دور دراز کے ملکوں میں اسلام کی ترویج واشاعت کی راہ ہموار کی لیکن اس کے لیے برسوں کی وہ محنت تھی جو بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لانے کی مسلسل اور مربوط انداز میں کی گئی تھی۔

بعد کے دنوں میں اسلام کے نام پر جو تحریکات اٹھیں اور جس نے الٰہی حکومت کے قیام کے منصوبے پر کام کیا، ان میں تاریخی طور پر اس تدریج اور افراد سازی کی کمی محسوس ہوتی ہے، جو ایسے اعلیٰ اور وقیع کام کے لیے انتہائی ضروری تھے، اسی لیے اخوان المسلمین کے ایک مرشد عام نے کہا تھا کہ ہم وقت سے پہلے سیاست میں داخل ہو گیے، برصغیر میں بھی اس قسم کی کوششوں کا وہی حشر ہوا اور قبل از وقت ہدف تک پہونچنے کی خواہش نے ہدف سے انتہائی دور کر دیا۔

ابھی حال ہی میں تیونس کی پارلیامنٹ میں بغیر ذہن سازی کے ''بچوں کے اندر اسلامی عرب شناخت راسخ کرنے'' کے قانونی مسودہ کا بھی وہی حال ہوا، النہضہ موومنٹ کے ارکان پارلیمان اور حزب مخالف کے مابین اس قدر شدید اختلاف ہوا کہ نہ صرف اس بل پر بحث کو ملتوی کرنا پڑا بلکہ اجلاس بھی التوا کا شکار رہا، النہضہ کے ارکان نے حزب مخالف پر اسلام سے عداوت کا الزام لگایا، جب کہ حزب مخالف نے اس تجویز کو آئین میں موجود سول اسٹیٹ کے خلاف قرار دیا، اس طرح نفرت آمیز تقاریر اور فتنہ انگیز بیانات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا ہے، اس واقعہ سے ریاست کی شناخت اور معاشرے میں مذہب کے حوالہ سے ایک نئے بحث کا آغاز ہو گیا اور اظہار رائے کی آزادی کے نام پر مذہب بیزار لوگوں کی بن آئی ہے۔

یہ موضوع اہم ہے اور بچوں کی تعلیم وتربیت میں مذہبی شناخت کا پیدا کیا جانا انتہائی ضروری ہے، البتہ جمعیۃ النہضہ نے جو طریقہ کار اس کو پاس کرانے کے لیے اختیار کیا وہ صحیح نہیں تھا، اسی لیے صرف پینتیس ووٹ اس بل کی حمایت میں آئے اور بقیہ ارکان نے اسے رد کر دیا، اس اہم موضوع پر پہلے ذہن سازی کی ضرورت تھی، جو اشکالات تھے اسے منطقی اور دستوری اعتبار سے دور کرنا تھا، جب زمین ہموار ہو جاتی تب بل کو پارلیامنٹ میں پیش کیا جاتا، تو حکومت کو اور ان لوگوں کو جو اسلامی شناخت کی بقا کی جدوجہد میں مصروف ہیں، انہیں منہ کی نہیں کھانی ہوتی، سارا کھیل قبل از وقت ہدف تک پہونچنے کی خواہش بے جا کی وجہ سے ہوا، اس کے برعکس ہندوستان کو دیکھیں یہاں عدالت سے پارلیمان تک تین طلاق کو جرم قرار دینے کے درپے تھی، لیکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مضبوط قیادت نے ذہن سازی پر توجہ مرکوز رکھی، چنانچہ بیشتر سیاسی جماعتوں نے ان کے موقف کو سمجھا، پارلیامنٹ میں مضبوط آواز اس کی مخالفت میں بلند ہوئی اور راجیہ سبھا میں یہ بل دھرا کا دھرا رہ گیا، حکومت کو بار بار آرڈیننس لانا پڑا، لیکن اس آرڈی ننس کو بھی بیشتر جماعتوں نے ضد اور ہٹ دھرمی کا نتیجہ قرار دیا، اگر تیونس کی طرح یہاں بھی وہی طریقہ اختیار کیا جاتا تو کامیابی ہاتھ نہیں آتی۔ اس لیے ضروری ہے کہ عجلت اور جلد بازی سے پرہیز کیا جائے، قبل از وقت ہدف پانے کی خواہش کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ

لمحوں نے خطا کی ہے، صدیوں نے سزا پائی

دار القضاء

اللہ رب العزت نے انسانوں کی فطرت یہ بیان کیا ہے کہ وہ بہت سارے معاملات میں عجلت پسند اور جھگڑالو واقع ہوا ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر مشتعل ہو جانا، آپے سے باہر ہو جانا، برا بھلا کہنا عام سی بات ہے، اس لئے اسے حکم دیا گیا کہ وہ جھگڑے لڑائی نہ کرے، اس سے تحریکیں ناکام ہوتی ہیں، کاموں میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، اور لوگوں کے اندر سے رعب ودبدبہ ختم ہو جاتا ہے، اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ اسے نقصان پہونچانے میں حوصلہ مند ہو جاتے ہیں اور باہم جھگڑا کرنے والے پر قابو پالینا آسان ہو جاتا ہے: اس لیے ہر حال میں لڑائی جھگڑوں سے بچنا چاہیے، تحمل وبرداشت کا مظاہرہ کرنا چاہیے، جس کا اسلامی اصطلاحی نام صبر ہے، اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں کئی بار اعلان کیا کہ جو لوگ صبر کرتے ہیں، اللہ ان کے ساتھ ہے، اور ظاہر ہے کہ اللہ جس کے ساتھ ہوگا، اسے دنیا کی کوئی طاقت شکست سے دوچار نہیں کر سکتی۔ لیکن ان تمام احتیاط کے باوجود اگر جھگڑا ہو ہی جائے تو اسے خدائی احکام وفرمان کے مطابق ہی حل کرانا چاہیے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ اگر کسی معاملے میں آپس میں جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم وہدایت اور طریقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور جب فیصلہ ہو جائے تو دل میں گرانی نہ ہو اور فیصلے کو برضا ورغبت قبول کر لیا جائے، اس سے سماج میں انصاف کا بول بالا ہوگا، ہارنے والا بھی مطمئن ہوگا کہ اس نے اللہ کے فیصلے کے آگے سر جھکا دیا ہے اس لیے اسے اللہ کی رضا نصیب ہوگی اور مؤمن کی ساری تگ ودو اور جدوجہد اسی لیے ہے کہ وہ اللہ کی رضا حاصل کر لے، جنت کی طلب یہی سوچ کر کی جاتی ہے کہ وہ اللہ کی خوشنودی اور رضا کا بڑا مظہر اور اس کا نتیجہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زرہ غائب ہوئی تو انہوں نے قاضی شریح کی عدالت میں مقدمہ کیا کہ فلاں یہودی نے میری زرہ چرا لی ہے، مقدمہ چلا، حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے کو گواہ کے طور پر پیش کیا، اصولی طور پر یہ گواہی قابل قبول نہیں تھی، اس لیے قاضی شریح نے اسے رد کر دیا اور فیصلہ یہودی کے حق میں ہو گیا، بعد میں یہودی نے اسلام قبول کر لیا، اسلام کے عدالتی نظام کی خوبیوں نے اسے اس کام کے لئے آمادہ کیا، آج بھی مسلمانوں کو دعوت دی جاتی ہے کہ اپنے معاملات کا تصفیہ دار القضاء سے کرائیں، امارت شرعیہ کا نام اس معاملے میں پورے ہندوستان میں نمایاں ہے، اس نے اپنے قیام کے دن سے ہی اس پر زور دیا کہ مسلمان اپنے آپسی جھگڑے دوسری جگہ نہ لے جائیں، وہ احکام الٰہی کے مطابق اپنے جھگڑوں کا نمٹارا کرایا کریں، اس سے مذہبی تقاضے کی تکمیل بھی ہوگی اور یہ ہندوستانی عدلیہ کے تعاون کا بھی سبب ہوگا، کیونکہ جب ہم بہت سارے جھگڑے بغیر عدالت جائے طے کر لیں گے تو اس سے عدالت پر مقدمات کا بوجھ کم ہوگا اور اسے دوسرے اہم مقدمات پر خصوصی توجہ دینے کے لیے وقت مل جائے گا۔

یادوں کے چراغ

مولانا محمد قاسم سوپولوی

: مولاناضوان احمد ندوی

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سوپولویؒ ایک ممتاز عالم دین، عظیم قومی وملی رہنما، بے مثال سماجی کارکن اور جنگ آزادی کے گل سرسبد تھے، علم وعمل، اخلاق واوصاف اور سیرت وکردار میں اسلامی زندگی کا نمونہ تھے۔ تفسیر وحدیث اور فقہ پر گہری نظر تھی، نیز منطق وفلسفہ سے کافی مناسبت تھی۔

آپ کی ولادت سوپول محلّہ شیخ پورہ کے ایک باعزت اور شریف گھرانے میں ہوئی، جو صوبہ بہار کے ضلع دربھنگہ کا ایک مشہور ومعروف قصبہ ہے، ابتدائی تعلیم وتربیت وطن کے مدرسہ میں حاصل کی، بعد ازاں مدرسہ امدادیہ لہریا سرائے دربھنگہ میں داخل ہوکر حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب، مولانا عبدالرحیم صاحب ودیگر اساتذہ کرام کے حلقہ درس میں شریک ہوئے اور متوسطات تک کی تعلیم حاصل کی، پھر اساتذہ کے مشورے پر اعلیٰ تعلیم کے لئے ایشیا کی عظیم دینی درسگاہ اور مرکزی ادارہ دارالعلوم دیوبند کا رخت سفر باندھا اور وہاں کے باکمال علماء وفضلاء اور صلحاء سے بھرپور استفادہ کیا۔

مولانا نے جن اساتذہ سے پڑھا تھا، وہ سب اپنے اپنے دور کے عالمی شہرت کے مالک تھے، تعلیم سے فراغت کے بعد وطن تشریف لائے اور مدرسہ رحمانیہ سوپول سے وابستہ ہوگئے۔

آپ کا وہ زمانہ تحریک آزادی کا زمانہ تھا، ہندوستانی عوام انگریزوں کے ظلم وبربریت سے تنگ آچکے تھے اور ملک کو غلامی کی زنجیر سے آزاد کرنے کی تحریک چلا رہے تھے، وطن کی محبت فطری محبت ہوتی ہے، مولانا کا ذہن بھی آزادی ملک کے لئے تیار ہو رہا تھا، جب تحریک شباب پر پہنچی تو سیاست ملکی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا شروع کردیا اور حصول آزادی کے لئے برطانوی حکومت کے ظلم وتشدد کی آگ میں کود پڑے، وہ زمانہ ہندستانی عوام کے لئے اور خاص کر مسلم رہنماؤں کے لئے انتہائی صبر آزما زمانہ تھا، ہزاروں علماء گرفتار کئے گئے اور بعض مقامات پر شہید بھی کئے گئے۔

مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے بھی تقریباً تین سال تک قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں، گوناگوں مصائب وحوادث ان پر گزرے، مگر پائے استقامت میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی اور جب تک ملک آزاد نہ ہوا، اطمینان وسکون کی سانس نہ لی، آپ کے اس مجاہدانہ کارناموں پر حکومت کی طرف سے پینشن بھی جاری ہوگیا۔

مولانا بہت سی خوبیوں اور صلاحیتوں کے مالک تھے، انہیں درس وتدریس، تعلیم وتعلم اور نظم وضبط کی بے پناہ صلاحیت تھی۔ مدرسہ رحمانیہ نے آپ ہی کی وجہ سے نمایاں ترقی حاصل کی، جہاں اس کا تعلیمی نظام بلند ہوا، وہیں علاقے میں مدرسہ کی شہرت بھی ہوئی۔

آپ کو قرآن مجید کا درس دینے اور منطق وفلسفہ پڑھانے میں ایک خاص لذت ملتی تھی؛ اسی لئے اخیر عمر تک قرآن پاک کی تفسیر اور علوم عقلیہ کی معیاری کتابیں پڑھاتے رہے اور چوں کہ لمبی تقریر کے بجائے مختصر، مگر جامع درسی تقریر کے عادی تھے؛ اس لئے کند ذہن طلبہ بھی آسانی سے اصولی باتیں سمجھ جاتے تھے۔ اس وقت ان سے استفادہ کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد صوبہ بہار کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی ہے، آپ کے درس میں قدر مشترک جو تقریریں ہوتیں، اس میں خوف وخشیت اور فکر آخرت کسی نہ کسی پہلو سے ضرور زیر بحث ہوتی۔

مجھ کو ان سے ملاقات کا شرف پہلی بار ۱۹۷۷ء میں ہوا اور پھر ۱۹۸۲ء میں داخل درس ہونے کے بعد استفادہ کا بھی موقع ملا۔ سچ پوچھئے تو مولانا ایک فرشتہ صفت بزرگ انسان تھے، آپ کا اخلاق، اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا پرتو تھا، جب حجرے میں تشریف فرماتے تو عام طور پر آنکھ بند رکھتے اور سر جھکائے رہتے تھے۔ طبیعت میں انتہائی سادگی تھی، اکثر اوقات خاموش رہتے تھے؛ لیکن جہاں وہ ریشم سے زیادہ نرم تھے، وہیں فولاد سے زیادہ سخت تھے، جس بات کو حق سمجھتے تھے، برملا اس کا اظہار کرتے تھے۔ میں نے انہیں کئی بار ضعف وپیری کے باوجود جماعت سے نماز پڑھنے کا بے حد اہتمام کرتے دیکھا اور دوسرے اصحاب کو بھی بڑی تاکید فرماتے تھے، اگر کسی سے کوئی عمل خلاف شریعت صادر ہوجاتا تو اس پر سخت نکیر کرتے اور بعض وقت تادیبی کارروائی بھی کرتے تھے۔ رات میں مدرسہ میں قیام کرنے والے مسافروں کو بھی تنبیہ کرتے تھے اور نماز میں کوتاہی کرنے پر سرزنش فرماتے، آپ خود نماز نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھتے تھے، رکوع وسجود میں اتنی تاخیر فرماتے تھے کہ دیکھنے والوں کو شبہ ہوتا کہ وہ شاید بھول گئے ہیں؛ اسی لیے اتنی تاخیر ہو رہی ہے، خدا بخشے، بڑا بیباک عابد تھا۔

حضرت مولانا کی شخصیت ہمہ گیر تھی وہ ہر طبقہ اور ہر جماعت میں یکساں طور پر عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اخلاق واعمال میں پاکیزگی، لین دین اور معاملات میں پختگی قدرت نے پوری فیاضی سے عطا کر رکھی تھی۔ مسلمانوں کے حالات ومعاملات کی فکر اور اس سے تعلق خاطر رہتا تھا۔ سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور سیاسی رہنماؤں کو جمع کرکے قومی وملی مسائل ان کے سامنے پیش کرتے تھے اور اس کے حل کے لئے مناسب تدابیر اختیار کرنے کی فکر پیدا کرتے تھے، کبھی ایسا بھی ہوا کہ ارباب حکومت کو بڑی بے باکی کے ساتھ حق بات کہہ دیا کرتے تھے اور کیوں نہیں؟ جس دل میں خدا کا خوف سما جائے گا، اس دل سے غیر اللہ کا خوف قدرتی طور پر نکل جاتا ہے اور جو دل طمع دنیا سے آزاد ہوجائے گا، اس پر کسی کا رعب اور اس کو کسی سے ہراس نہیں ہوسکتا، جس پر خالق کی عظمت اور مخلوق کی صحیح حیثیت کا انکشاف اور ان کے غلاموں اور افسروں سے زیادہ ہے، وقت نہیں دے سکتا اور جاہ وجلال کی کسی نمائش کے موقع پر کلمہ حق کہنے سے کبھی باز نہیں رہ سکتا۔ (مولانا علی میاں ندوی)

یہی تھا وہ مولانا کا امتیازی وصف جس نے عہد کے امراء علماء اور ارباب کمال سے ممتاز کر رکھا تھا اور شاید اسی کا نتیجہ تھا کہ ہر خاص وعام میں مقبولیت اور بقائے دوام حاصل تھا۔ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ (آمین)

این دعاء از من واز جملہ جہاں آمین باد

۲۶؍اکتوبر ۱۹۹۱ء کو تقریباً ۷۵ سال کی عمر طبعی پاکر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

خدائے بزرگ وبرتر حضرت کی قبر کو نور سے بھر دے اور اپنی مغفرت اور خصوصی رحمتوں اور عنایتوں سے نواز کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عنایت فرمائے۔ (آمین)

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں

سونپا ہوا خواب

: ایڈیٹر کے قلم سے

سونپا ہوا خواب ڈاکٹر احمد سہیل مرحوم کا افسانوی مجموعہ ہے، ڈاکٹر صاحب زمانہ دراز تک امارت شرعیہ کے مولانا سجاد میموریل اسپتال میں پریشان حال مریضوں کی تشخیص کرکے ان کے دکھ درد دور کرنے کا کام کرتے رہے، اس اعتبار سے میں نے ان کو قریب سے دیکھا، برتا اور سمجھا ہے، ان کی جائے پیدائش بشن پور ضلع مظفر پور ہے، اس گاؤں سے میرا تعلق قدیم ہے، جب کبھی اس گھر پر نظر پڑتی جہاں ڈاکٹر احمد سہیل پیدا ہوئے تو کھنڈر دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ عمارت بلند تھی، یہ کھنڈر اور اس کے اردگرد افتادہ زمین کو دیکھ کر بار بار یہ خیال آتا رہا ہے کہ اگر اس جگہ پر کوئی تعلیمی ادارہ قائم ہوجاتا تو اس خاندان کے مرحومین کے لیے صدقہ جاریہ بھی ہوتا اور نئی نسل کی بہترین تعلیم وتربیت کا مرکز بھی، اس علاقہ میں جہالت آج بھی پاؤں پسارے ہوئے ہے، ڈاکٹر شکیل احمد صاحب کی مضبوط قوت ارادی وہاں پر کسی تعلیمی ادارے کے قیام کے لیے فکرمند ہوجائے تو یہ کام دشوار نہیں ہے، ضرورت فکرمندی کی ہے، اس گاؤں کے لوگ آج بھی اس خاندان کے مداح ہیں اور اس ادارہ کے قیام سے اس میں مزید اضافہ ہوگا۔

ڈاکٹر احمد سہیل کی جائے پیدائش کے حوالہ سے یہ بات نکل گئی، امارت شرعیہ آنے کے پہلے میری ان سے کوئی ملاقات نہیں تھی، امارت شرعیہ میں میں نے انہیں سنجیدہ، متین، خاموش طبع اور اپنے کام سے کام رکھنے والا پایا، اس قسم کی خصوصیات فن کاروں میں پائی جاتی ہے، لیکن ہر وہ آدمی جس کے اندر یہ خصوصیات ہوں فن کار بھی ہو، ضروری تو نہیں، صحیح اور سچی بات یہ ہے کہ امارت میں رہتے ہوئے مجھے کبھی احساس نہیں ہوا کہ وہ افسانہ نگار بھی ہیں، اور شاعر بھی، پھر جب ان کا افسانوی مجموعہ سونپا ہوا خواب سامنے آیا تو دیکھ کر خوش گوار حیرت ہوئی، اچھا تو جناب افسانہ نگاری بھی کرتے تھے۔

ڈاکٹر احمد سہیل کے افسانے کے جو موضوعات ہیں، وہ ہماری زندگی کی تلخ حقیقتیں ہیں، یہ تلخیاں ہمارے اردگرد بکھری ہوئی ہیں، ہم ان کو روز دیکھ کر، سن کر گزر جاتے ہیں، ہمارے اندر کوئی ہلچل نہیں ہوتی، لیکن جب فنکار اپنی نگاہ سے اسے دیکھتا ہے اور دماغ میں اسے تپاتا ہے اور الفاظ کے تانے بانے سے کہانی بنتا ہے تو اس کی طرف سب کی نگاہ اور توجہ مبذول ہوجاتی ہے اور قاری کے دل ودماغ مین ایک پیغام جاتا ہے، اچھی کہانیاں سماج میں اخلاقی اقدار کو پروان چڑھانے کا ذریعہ بنتی ہیں، اور ان سے بہت سے تعمیری کام لیے جاسکتے ہیں، ڈاکٹر احمد سہیل نے اپنی کہانی کے موضوعات میں اس کا خیال رکھا ہے، ان کی کہانیاں سماج کی گندگیاں، بے راہ روی پر چوٹ کرتی ہیں اور قاری کے ذہن میں صالح انقلاب کا بیج بوتی ہیں، میں یہ باتیں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ میرے نزدیک کہانی کہنے کی تکنیک سے زیادہ کہانی کے موضوعات اہم ہیں، کیسے کہا جا رہا ہے اس کا دائرہ تو افسانے، ناول، داستان، قصہ، نظم، مثنوی، خاکے وغیرہ تک پھیلا ہوا ہے، اس کے لیے افسانہ لکھنا ہی ضروری نہیں ہے، دیکھنا یہ چاہیے کہ کیا کہا جا رہا ہے، اگر کہی جانے والی چیز اہم ہے تو تکنیک، ہیئت اور فورم کوئی بھی ہو وہ سماج کو اصلاح کی طرف گامزن کرنے کا کام کرے گا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں افسانوں کو وعظ وخطابت تک لے جانا چاہتا ہوں، میں ادب کو بنیئے کا روزنامچہ بنانے کا بھی قائل نہیں، ڈاکٹر احمد سہیل کے افسانے میں نہ واعظانہ رنگ ہے اور نہ بنیئے کے روزنامچے کی طرح خشکی، ان کے کہنے کا انداز ادبی آہنگ لیے ہوئے ہے، جس کی وجہ سے قاری ان کو پڑھتے وقت بور نہیں ہوتا۔

البتہ ڈاکٹر احمد سہیل نے جس زمانہ میں افسانے لکھے، اس دور میں افسانوں میں کہانی پن کم اور علامت نگاری نے زیادہ رواج پالیا تھا، اس لیے جن کہانیوں میں انہوں نے علامتی پیرایہ بیان اختیار کیا ہے، وہ قاری کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے میں ناکام ہوگیے ہیں، کیوں کہ افسانے کی ترسیل اگر عوام کے ذہن ودماغ تک نہ ہوسکے تو دلچسپی نہیں بنتی، ادب کے قاری کی کمی کا جو شکوہ ان دنوں کہا جاتا ہے اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ علامتی اظہار تک قاری کا ذہن نہیں پہونچ پاتا، مین خواص کی بات نہیں کرتا، خواص ہیں ہی کتنے، اور معاصرین کی تحریروں کو وہ پڑھتے ہی کب ہیں، الا یہ کہ انہیں کچھ لکھنا ہو۔

’’سونپا ہوا خواب‘‘ کا انتساب ڈاکٹر احمد سہیل نے ان احساسات وجذبات کے نام کیا ہے جنہوں نے انہیں قلم اٹھانے کی ترغیب دی، کتاب کے شروع میں ڈاکٹر شکیل احمد صاحب کا مضمون میرے بھائی، میرے دوست کے عنوان سے ہے، ڈاکٹر منظر اعجاز صدر شعبہ اردو اے ان کالج پٹنہ نے حرف چند کے عنوان سے ڈاکٹر احمد سہیل کے افسانوں پر بسیط، خوبصورت اور جامع تبصرہ کیا ہے، ڈاکٹر احمد سہیل کا ’’اقبال جرم‘‘ بھی کافی معلوماتی ہے جو ان کی زندگی کے دروبست کو محیط ہے، فرد الحسن فرد نے ڈاکٹر احمد سہیل اور ان کے افسانے کے نام سے ایک تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے، یہ سلسلہ صفحہ ۳۰؍تک دراز ہوگیا ہے۔

صفحہ ۳۴؍ پر پہلا افسانہ عرفان ہے، اس کے بعد سوال۔ سونپا ہوا خواب، بے راہ، شہکار، ٹوٹا ہوا آسمان، نئی تفہیم، تلچھٹ، مثلث کا دوسرا رخ، تم کتنے اچھے ہو، تو پھر؟ تاویل اور ترسیل کا زاویہ کل تیرہ افسانے اس مجموعے کی زینت ہیں۔ صفحہ ۹۴؍ پر جاکر یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے، ان کے ان افسانوں پر ڈاکٹر زین رامش، ڈاکٹر اعجاز بن ضیا اوگانوی، منظر کلیم احمد بدر، انور امام، ڈاکٹر اختر آزاد اور ڈاکٹر اشرف النبی قیصر نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، ان تاثراتی تحریروں کو پڑھ کر افسانوں کی خوبیوں کا علم ہوتا ہے، آج کل دوستانہ تنقید میں فنی اور فکری خامیوں کا ذکر نہیں ہوتا کیوں کہ اس سے ممدوح کے دل کے آبگینے کو ٹھیس پہونچنے کا اندیشہ رہتا ہے، اس کے باوجود ان تاثرات میں بعض فنی خامیوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ ہمارے ایک دوست کہا کرتے ہیں کہ گلستان میں پھول چنو اور کانٹوں سے دامن بچا کر گذر جاؤ، حالانکہ بقول شاعر

کانٹوں کے دل میں ہے لہو سبزہ زار کا پالا ہوا ہے وہ بھی موسم بہار کا

پروفیسر منظر اعجاز نے ڈاکٹر احمد سہیل کے افسانوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: احمد سہیل کے افسانوں میں اکثر وبیشتر کردار ذہنی، جذباتی اور نفسیاتی سطح پر کشمکش سے گذرتے اور زندگی کی کشاکش کو ایک واضح رخ اور معین سمت عطا کرتے ہیں، پلاٹ سازی، ماجرا طرازی، فضا آفرینی، زبان اور بیان، نقطۂ نظر یا تاثر اور آغاز وانجام یعنی مختلف فنی عناصر کو وہ مختلف معنوی تناظر میں بڑی چابکدستی کے ساتھ برتتے ہیں۔

ایک سو ساٹھ صفحات کی اس کتاب کی قیمت دو سو روپے ہے، ناشر ارم پبلشنگ ہاؤس ہے، بک امپوریم اور پرویز بک ہاؤس سبزی باغ پٹنہ سے ابھی اسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

جمہوریت کا بدلتا منظر نامہ اور ہماری ذمہ داریاں

عبد الرشید طلحہ نعمانی

پندرہ اگست 1947ء کو ہمارا ملک انگریزوں کے پنجۂ استبداد اور نرغۂ تشدد سے آزاد ہوا اور آزادی کے تقریباً ڈھائی سال بعد آئین کا نفاذ عمل میں آیا، اس کے بعد سے ہندوستان ایک مکمل خود مختار جمہوری ملک بن گیا جس کا سنہرا خواب ہمارے قائدین نے دیکھا تھا اور جس کی آبیاری کے لیے جام شہادت بھی نوش کیا تھا۔ اس طے شدہ دستور کے آغاز میں جو جملے مرقوم ہیں وہ پڑھنے کے قابل اور بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں۔ ملاحظہ ہو: ''ہم ہندوستانی عوام تجویز کرتے ہیں کہ انڈیا ایک آزاد، سماجوادی، جمہوری ہندوستان کی حیثیت سے وجود میں لایا جائے جس میں تمام شہریوں کے لیے سماجی، معاشی، سیاسی انصاف، آزادی خیال، اظہار رائے، آزادی عقیدہ و مذہب وعبادات، مواقع اور معیار کی برابری، انفرادی تشخص اور احترام کو یقینی بنایا جائے گا اور ملک کی سالمیت و یکجہتی کو قائم و دائم رکھا جائے گا۔''

سبھی جانتے ہیں کہ آئین درحقیقت نظام مملکت کے امن و امان کے ساتھ چلتے رہنے کا بنیادی ڈھانچہ ہوتا ہے۔ آئین ہی میں لکھا ہوتا ہے کہ کس طریقے سے ملک میں حکومت تشکیل دی جائی گی اور اسے کون کون سے ادارے کس طور پر چلائیں گے نیز اداروں میں کس طرح کے افراد کا تعین ہوگا وغیرہ۔ چوں کہ ہم ایک جمہوری ملک کے باشندے ہیں؛ اس لیے ہمارا دستور بھی سیکولر اور جمہوری ہے جو ہمیں زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق بہت سے حقوق فراہم کرتا ہے۔ شاید اسی لیے کہا جاتا ہے کہ کسی بھی حکومت کو جمہوری حکومت اسی وقت کہا جا سکتا ہے جب وہ انصاف، آزادی، مساوات، اور اخوت کے تقاضوں کو پوار کر سکے۔

جمہوریت کیاھے ؟

جمہوریت کیا ہے؟ بنیادی اعتبار سے عوام پر عوامی نمائندوں کے ذریعہ جو حکومت کی جاتی ہے اس کو جمہوریت یعنی سیکولرزم کہا جاتا ہے، جمہوری نظام میں حکمراں افراد، عوام کے انتخاب سے مقرر ہوتے ہیں، اور عوام کے سامنے اپنی کارکردگی کے بارے میں جواب دہ ہوتے ہیں۔ کسی بھی جمہوری نظام کی کامیابی اور خوبصورتی کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ اس کے سایے میں سانس لینے والے شہریوں کے ساتھ عدل وانصاف اور برابری ومساوات کا معاملہ کیا جائے۔ امن وسکون کا ماحول ہو، اصول وقوانین کی بنیاد پر حکمرانی ہو اور تمام ادیان و مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے دینی شعائر اور اصول و عقائد کی روشنی میں زندگی گزارنے کی آزادی ہو۔ مذہبی آزادی میں حکومتیں دخل انداز نہ ہوں اور سب کو ساتھ لے کر چلنے کا جذبہ ہر حکومت کا مطمحِ نظر ہو۔

وطن عزیز ہندوستان جو دنیا کا سب سے عظیم جمہوری ملک ہے اس کا دستور اپنے ہر شہری کو مذہبی آزادی اور تمام طبقات کو یکساں حقوق ومواقع کی ضمانت فراہم کرتا ہے، دستورِ ہند میں مذہبی اقلیات کے لئے خاص رعایتیں بھی دی گئی ہیں جن کی حفاظت اور یقین دہانی حکومتِ وقت کی ذمہ داری اور فرضِ منصبی ہے۔

ہمارا یہ ملک صدیوں سے آپسی بھائی چارہ اور مل جل کر جینے کا مظہر رہا ہے، ہر مذہب کے ماننے والے جس امن وسکون کے ساتھ یہاں زندگی گزارتے ہیں اس کی مثال دنیا میں کہیں پیش نہیں کی جاسکتی؛ مگر افسوس کی بات ہے کہ یہاں وقتاً فوقتاً امن وشانتی کو برباد کرنے اور فرقہ واریت کو بڑھاوا دینے کی سازشیں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ ان دنوں ہمارا ملک اسی صورت حال سے دوچار ہے، یہاں کے جمہوری نظام پر خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں، خود برسراقتدار پارٹی بی جے پی کی قریبی حلیف ''شیوسینا'' نے اپنے ترجمان مرہٹی اخبار "سامنا" کے ایک اداریہ میں اس قسم کے شکوک وشبہات کا برملا اظہار کیا ہے۔ یہ شکوک کسی اپوزیشن پارٹی یا اس کے کسی ترجمان اخبار نے ظاہر نہیں کئے؛ بلکہ حکومت کی ایک دیرینہ حلیف شیوسینا نے ظاہر کئے ہیں۔ بی جے پی کے سینئر لیڈر اور سابقہ وزیر فینانس یشونت سنہا نے تو مرکزی وزراء کو یہاں تک مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنے اندر کے خوف کو ختم کرتے ہوئے حق گوئی سے کام کریں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرکزی وزراء پر وزیر اعظم کا خوف چھایا ہوا ہے۔ یہ صورتحال ملک کی جمہوریت اور اس کی مرکزی کابینہ کے لئے باعث تشویش ہے۔

حکومتو ں کا دوھرا معیار:

یہ حقیقت ہے کہ جمہوریت نظام حکومت میں عوام کی شرکت کا نام ہے؛ لیکن افسوس کہ یہاں جمہوریت دس فیصد لوگوں کے لیے ان کی عیاشی اور کاروبار کا ذریعہ ہے، ملک کے تمام وسائل و ذرائع اور مال و دولت پر گنے چنے مخصوص لوگ قابض ہیں۔ یہاں ملک کی غریب عوام کے لیے نہ روزگار کے مواقع ہیں نہ کوئی ذریعہ معاش، نہ عدل وانصاف پر مبنی حکمرانی ہے، نہ جان و مال کا تحفظ، اس آزادی کا کچھ بدنیت لوگوں نے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کیا اور اقلیتوں پر عرصہ حیات تنگ کیا جانے لگا؛ اس طرح ہندوستان کی 70 سالہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ آزادی کے بعد سے اس ملک کے مسلمانوں کی جان و مال کی کما حقہ نہ حفاظت کی گئی اور نہ ہی ان کو دوسرے شہریوں کی طرح حقوق حاصل رہے۔ خواہ دستور ہند میں کتنی ہی آزادی ہو؛ لیکن سچ یہ ہے کہ مسلمان آج بھی یہاں دوسرے درجے کے شہری کی زندگی گزار رہا ہے۔ آزادی سے لے کر آج تک کانگریس کا دور حکومت پھر بھاجپا کا عہد اقتدار ہزاروں مسلم کش فسادات سے بھرا پڑا ہے۔ ان میں مرنے والوں کی تعداد دوسری جنگ عظیم میں مرنے والوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے، زخمی ہونے والوں اور بے گناہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے سڑنے والوں کی تعداد بھی کم وبیش اتنی ہی ہے۔ فسادات میں مسلمانوں کی اربوں کھربوں کی جائیدادوں کو لوٹا اور جلایا گیا۔ شاید ہی ملک کا کوئی شہر ایسا ہو جو فسادات سے بچا ہو۔ ملک میں آزادی سے قبل مسلمانوں کی کتنی گھریلو صنعتیں تھیں جنہیں چن چن کر ختم کیا گیا۔ جان و مال کی تباہی کے بعد اب روٹی روزی سے بھی محروم کر دیا گیا۔ اسی کے ساتھ پورے ملک سے اردو زبان کو ختم کرنے کی منظّم سازش کی گئی، ملک کے پچھڑے طبقوں کو ریزرویشن دیا گیا لیکن اسی آئین کے تحت مسلمانوں اور عیسائیوں کو محروم رکھا گیا؟ آج مسلمانوں کے لئے پندرہ نکاتی پروگرام، رنگاناتھ مشرا کمیشن اور سچر کمیٹی کے حوالے دئے جاتے ہیں لیکن نہ تو مسلمانوں کو حقوق ملے اور نہ اس پر ایماندارانہ عمل درآمد کیا گیا۔

ہم جمہوریت کا تحفظ کیسے کریں ؟

اس وقت مسلمانوں کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ کسی خاص نصب العین اور ٹارگیٹ کو سامنے رکھ کر کوشش نہیں کر پا رہے ہیں، الیکش کا موقع آتا ہے تو اس سے قبل اور بعد خوب بیان بازیاں ہوتی ہیں؛ لیکن سنجیدگی کے ساتھ اس پر غور نہیں کیا جاتا کہ اس جمہوری ملک میں ہماری کام یابی کا راستہ کیا ہے؟ ہم سیکولرزم اور جمہوریت کی بقا کے لیے کیا کچھ کر سکتے ہیں؟ اس سلسلہ میں چند معروضات پیش خدمت ہیں!

1: ہم جہاں ایک پکے مسلمان ہیں وہیں سچے محبّ وطن بھی ہیں، آقائے دو عالم ﷺ نے اپنی امت کو وطن سے محبت کی تعلیم دی ہے خود جب آپ اپنا مولد و مسکن مکۃ المکرّمۃ چھوڑ کر مدینہ طیبہ ہجرت فرما رہے تھے تو آپ کی آنکھیں بے ساختہ آنسو بہا رہی تھیں اور آپ زبانِ حال وقال سے یہ فرماتے جا رہے تھے: اے سرزمین مکہ! اے بطحا کی وادی! اے وطن عزیز! تیرا فراق مجھے ہرگز گوارا نہ ہوتا، اگر تیرے باشندے مجھے اس پر مجبور نہ کرتے۔ اس لیے یہ ہمارا قومی فریضہ ہے (خاص کر ان حالات میں جب کہ وطن سے محبت کی بنیادیں کچھ رسوم رہ گئے ہیں) کہ ہم جشن آزادی یا جشن جمہوریہ منانے میں دیگر ابنائے وطن سے بالکل پیچھے نہ رہیں اور یاد رکھیں! یہ ہمارا اپنا ملک ہے، ہمارے اسلاف واکابر نے اس کے لیے بے مثال اور یادگار قربانیاں دے کر اس امانت کو ہمارے سپرد کیا ہے؛ لہذا ہم ان زریں مواقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیں؛ بلکہ ان سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے غیر مسلم برادران کو بھی ان تقاریب میں مدعو کریں؛ تاکہ انہیں بھی حقائق کو سمجھنے کا موقع مل سکے۔

2: ہمیں اس بات کی بھرپور جدوجہد کرنی چاہیے کہ مسلمانوں میں موجود انتشار کی کیفیت ختم ہو، کم از کم کلمہ کی بنیاد پر ہم اپنے آپ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر لیں! اگر ہم متحد ہوں گے تو ہمارا اپنا وجود اپنے آپ میں ایک قوت کی شکل اختیار کرے گا، جس کو ختم کرنا بہر حال ناممکن ہوگا۔ اگر اس کے بالمقابل ہم منتشر رہیں گے تو سرے سے ہمارا وجود بے معنی ہو کر رہ جائے گا۔ اس وقت مسلمان سیاست کے میدان میں متحد ہو جائیں اور فیصلہ کر لیں کہ انھیں کسی ایک کنڈ ڈیٹ کو ووٹ دینا ہے تو یقین مانیے! ہم اتنے مضبوط ہیں کہ جس کو چاہیں، تخت پر بٹھا دیں اور جس کو چاہیں تخت سے اتار دیں۔ ضرورت ہے کہ ہم سنجیدگی سے مسائل کا جائزہ لیں! غور و فکر سے کام لیں اور ان کے حل کے لیے مضبوط حکمت عملی اختیار کریں۔

3: جمہوریت کے تحفظ کے لئے یہ بات بھی نہایت اہم ہے کہ ہم اپنے اندر سیاسی شعور بیدار کریں، یہ اپنی جگہ درست ہے کہ ہر شخص کی اپنی زندگی اور زندگی سے وابستہ اپنی اپنی ضرورتیں ہیں؛ مگر ان سب کے ساتھ من حیث القوم اگر ہم اپنا تحفظ چاہتے ہیں تو پھر حالات سے باخبر رہنے، مسائل کا تجزیہ کرنے، سیاسی داؤ پیچ کو سمجھنے اور موثر حکمت عملی اختیار کرنے کے لئے ہمیں خواب گراں سے بیدار ہونے اور متحد ہو کر حالات کا مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی موضوع پر حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے فرمایا تھا کہ 'اگر اس ملک میں مسلمانوں کو پنج وقتہ نمازی تو کیا بلکہ تہجد گذار بنا دیا جائے؛ مگر انکے سیاسی شعور کو بیدار نہ کیا جائے تو پھر مسجدیں ہی نہیں بلکہ انکے نماز پڑھنے پر بھی پابندی عائد کر دی جائے گی۔

یہ بھی امر واقعی ہے کہ سیاسی شعور کا فقدان صرف مسلم عوام میں ہی نہیں بلکہ ہمارے منتخب کردہ نمائندوں میں بھی بہ کثرت پایا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اکثر مسلم قیادت جمہوریت کی نزاکتوں، حالات کی پیچیدگیوں اور سیاسی تقاضوں پر کھری نہیں اُتر پاتی اور کچھ ہی عرصے بعد ہمارا سیاسی نمائندہ مختلف ہتکنڈوں کا شکار ہو کر سیاست سے باہر ہو جاتا ہے۔

4: کسی بھی ملک اور اجتماعی نظام کو چلانے، نظم ونسق کو برقرار رکھنے اور پرامن بقائے باہمی کو فروغ دینے کے لیے کسی نہ کسی قانون وآئین کی ضرورت ہے اور آئین کسی بھی مملکت کی بنیاد واساس ہوتا ہے؛ جس کا تحفظ پورے نظام کو انتشار سے بچانے اور حق دار تک اس کا حق پہونچانے میں ممد ومعاون ہوتا ہے؛ اس لیے ہمیں اپنے دستور وآئین سے آگاہی، اس کی باریکیوں سے واقفیت اور جدید ترمیمات سے باخبر رہنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے؛ کیونکہ ملک کی پرامن بقا کا سارا مدار ملک کے دستور وآئین پر ہے، اگر ہم نے دستور کو بچانے کی فکر نہیں کی تو بالیقین ہمارا ملک بھی تشدد اور فرقہ واریت کی آگ میں جھلس جائے گا اور ہم کفِ افسوس ملتے رہ جائیں گے۔

5: جمہوریت کی حفاظت کے لیے نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنے حق رائے دہی کا استعمال کریں اور سیکولر پارٹی کو ووٹ دے کر ملک میں امن وسلامتی کی فضا بحال کرنے کی کوشش کریں؛ کیوں کہ انتخابات بھی جمہوریت کا اہم ستون ہیں اگر ہم نے ووٹ دینے کے مسئلہ میں سستی اور غفلت برتی یا پھر انتشار کا شکار ہو گئے تو ہم اپنے ہاتھ سے اپنی تباہی رقم کرنے والے ثابت ہوں گے؛ اسی لیے اقبال مرحوم نے کہا تھا؟

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

اتحاد امت اور اس کی حقیقی بنیادیں

مفتی تنظیم عالم قاسمی

رسول اکرم ﷺ کی بعثت اس لئے عمل میں آئی تا کہ آپؐ اپنی کوششوں اور جدو جہد سے اسلام کو غالب کرسکیں۔اس سرزمین پر قرآنی قانون کا نفاذ ہو‘باطل نظام کا خاتمہ ہوکر نظام حق قائم ہو سکے اور دنیا شیطانی راہوں سے نکل کرایک خدا کی عبادت میں لگ جائے۔ یہاں صرف اور صرف اسلامی تہذیب وتمدن کا چلن ہو ‘اگرکوئی دوسرا مذہب رہے بھی تو مغلوب ہوکر جس میں کوئی زور ہو اور نہ کوئی طاقت۔اسلام کے علاوہ تمام مذاہب کی شناخت مٹ جائے اور اسلامی رنگ غالب آجائے کہ جس طرف بھی نظر دوڑائی جائے قرآن کی حکمرانی نظر آئے اور ایسا محسوس ہو کہ دنیا اب شرک وکفر کی غلاظتوں اور اس کے اثرات سے پاک ہوگئی ہے۔اس کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے:وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اسے پوری جنس دین پر غالب کردے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ (سورہ توبہ:۳۳)۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر اس دنیا میں اسلام کا عادلانہ نظام قائم ہوجائے تو دنیا شراب‘جوا‘رشوت‘زنا‘چوری‘ڈاکہ زنی‘ظلم وزیادتی اور دیگر تمام منکرات سے پاک ہوجائے گی۔عورتوں کی آبرو محفوظ رہے گی‘لوگوں کی جان ومال کا تحفظ ہوگا اور ایک پاکیزہ ماحول کی تشکیل عمل میں آئے گی جس کے نتیجے میں معاشرہ اور سماج بہتر ہوگا اور ہر آدمی آزادانہ اور پرسکون زندگی بسر کرسکے گا جو اسلام کی آمد اور رسالت کا اہم مقصد ہے اور ظاہر ہے کہ نظام حق کے نفاذ کے لئے اسلامی اقتدار کی ضرورت ہے جس کے ذریعے حدود وکفارات نافذ ہوں گے۔معیشت‘سیاست‘عدالت اور زندگی کے ہر شعبے میں قرآن کے مطابق عمل ہوگا اور اس طرح دنیا مظالم سے پاک ہوگی‘ورنہ وہ افراد جن کے ہاتھ میں قانون‘سیاست‘عدالت‘معیشت اور تہذیب وتمدن نہ ہو اور نہ ملکی نظام ہو وہ ہزار چاہنے کے باوجود معاشرے میں صالح انقلاب نہیں لاسکتے اور نہ دنیا منکرات سے پاک ہوسکتی ہے۔اسی لئے رسول اکرم ﷺ جس وقت مکہ مکرمہ سے ہجرت فرماکر مدینہ تشریف لارہے تھے آپؐ کی زبان اقدس پر جو جملہ جاری تھا اس کا اہم جز حصول اقتدار کی دعا پر مشتمل تھا ۔(بنی اسرائیل:۸۰)۔اس سے معلوم ہوا کہ نظام حق کے قیام کے لئے اقتدار اور فرماں روائی نہایت ضروری ہے اس کے بغیر اس کا تصور محض خواب ہے جو شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا اور اقتدار اور غلبۂ دین کے لئے مسلمانوں کے درمیان اجتماعیت اور اتحاد کی سخت ضرورت ہے اسی لئے مذہب اسلام نے اس پر بڑا زور دیا ہے کہ اس قدر تاکید دنیا کے کسی مذہب نے نہیں دی ہے۔

اسی اتحاد اور اجتماعیت کی غرض سے جب آپؐ مدینہ تشریف لائے تو اہل کتاب سے فوری معاہدہ کیا تا کہ اسلام داخلی انتشار سے محفوظ رہے اور آپؐ مدینہ سے باہر دیگر قوتوں کا مقابلہ کرسکیں‘اسی طرح آپؐ نے خانۂ کعبہ کی از سر نو تعمیر کرنے کا ارادہ کیا اور آپؐ نے چاہا کہ بنائے ابراہیمی پر اس کو کردیا جائے لیکن مسلمانوں کے اختلاف اور شکوک وشبہات میں پڑنے کے اندیشے کی وجہ سے اس ارادے کو ترک فرمادیا۔رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ میرے بعد کچھ ظالم اور ناحق خلفاء خلافت کے عہدے پر فائز ہوں گے وہ اگرچہ نااہل ہوں گے لیکن تم ان سے اختلاف نہیں کرنا‘ان کی اطاعت اور فرماں برداری تمہارے ذمے واجب ہے خواہ وہ تمہاری پشت پر کوڑے برسائیں۔(صحیح بخاری)اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر خلیفہ کے خلاف آواز اٹھائی جائے گی تو اختلاف پیدا ہوگا‘دونوں طرف سے تلواریں اٹھیں گی جس کے نتیجے میں خانہ جنگی ہوگی اسلامی نظام متأثر ہوگا اور باطل طاقتوں کو اس طرف نظر اٹھانے کا موقع ہاتھ آجائے گا چنانچہ حجاج بن یوسف ظالم بادشاہ تھا‘اسلامی تاریخ میں بدنام ترین خلفاء میں ان کا شمار ہوتا ہے ان کے زمانہ میں اکابر صحابہ موجود تھے لیکن کسی نے ان کے خلاف آواز نہیں اٹھائی‘تقریباً سبھی نے ان کی خلافت کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلیا تھا اس لئے کہ اگر آواز اٹھاتے تو اسلامی حکومت کمزور پڑ جاتی اور نئے فتنے پیدا ہو جاتے۔اگرچہ وہ ظالم تھا لیکن پھر بھی اسلامی سرحد کی حفاظت کررہا تھا‘اسلامی نظام کسی نہ کسی حد تک قائم تھا ‘اسلام اور مسلمانوں کی جانب سے دفاع ہو رہا تھا اور اسلامی پرچم بلند تھا جو رسالت کا مشن ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ نے صحابۂ کرام اور مسلمانوں کی اجتماعیت باقی رکھنے کی غرض سے مصحف عثمانی کے علاوہ تمام مصاحف جلادیئے تھے تا کہ مختلف انداز کی تلاوت کی وجہ سے مسلمان اختلاف اور کسی فتنے کے شکار نہ ہوں اور وہ سب ایک قرآن پر جمع ہوسکیں۔اسی کا اثر ہے کہ قرآن کے باب میں آج تک کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے اور ملت اسلامیہ متحد اور ایک ہے۔اتحاد اور یکجہتی کا اس قدر اہتمام اس لئے کیا گیا ہے کہ اتحاد سب سے بڑی طاقت اور قوت ہے اس میں ایٹم بم اور بارود سے بھی زیادہ طاقت ہے۔اگر افراد بہت زیادہ ہوں مگر ان میں انتشار ہو تو کثرت کے باوجود ان کی دنیا میں کوئی حیثیت نہیں اور اگر افراد کہیں کم ہوں تاہم اتحاد ہو تو اقلیت کے باوجود ان کی طاقت زیادہ ہوگی اسی لئے کہا گیا ہے کہ متحد اقلیت منتشر اکثریت سے ہزار گنا زیادہ بہتر ہے۔اسی طرح جہاں اتحاد ہو وہاں ظاہری اسباب و وسائل کی کمی کے باوجود دنیا پر اس کا رعب ہوگا اور بڑی بڑی طاقتیں اس قوم کی طرف نگاہ نہیں اٹھاسکتی ہیں اور جس قوم کے پاس مادی طاقت بہت ہو لیکن اندرون خانہ خلفشار اور اختلاف کا شکار ہو وہ ساری طاقت رکھنے کے باوجود کمزور ہے‘اس سے کوئی ڈرنے والا نہیں ہوگا۔آپ نے کتوں پر بچوں کو ڈھیلا پھینکتے ہوئے دیکھا ہوگا‘کتے ہزار بھی ہوں گے پھر بھی ایک ڈھیلا ان سب کو بھگانے کے لئے کافی ہے کیوں کہ ان میں اتحادی قوت نہیں ہے‘اس لئے وہ مقابلہ نہیں کرسکتے لیکن شہد مکھیوں پر کسی کو ڈھیلا مارنے کی قوت نہیں ہے اور نہ کوئی اس کی حماقت کرتا ہے بلکہ لوگ اس کے چھتے سے بچتے ہوئے نکلتے ہیں۔شہد مکھیاں دیکھنے میں نہایت کمزور ہیں لیکن ان کے اتحاد اور اجتماعیت نے انہیں ایسی طاقت ور بنادیا ہے کہ اچھے اچھے لوگ بھی انہیں چھیڑنے کے لئے ہزار بار سوچتے ہیں۔موتی یقیناً بہت قیمتی چیز ہے لیکن وہ گلے کا ہار اور زینت کا سامان نہیں بن سکتا جب تک کہ اسے دھاگے میں پرونہ دیا جائے‘اینٹ اور پتھر کے ذرات کے آپس میں جمنے اور ملنے کے بعد ہی بلڈنگوں اور عالیشان مکانوں کی تعمیر ہوتی ہے اگر وہ میدان میں بکھرے رہیں تو کبھی مکان کی تعمیر نہیں ہوسکتی۔ٹھیک اسی طرح آج مسلمانوں کے سارے مسائل کا حل ان کی اجتماعیت اور اتحاد ہے‘وہ متحد نہیں ہیں اس لئے ان کی شریعت محفوظ نہیں‘ان کی شناخت مٹانے کی کوشش کی جارہی ہے‘ان کے سینوں سے ایمان چھیننے کی سازشیں کی جارہی ہیں۔وقفہ وقفہ سے کبھی طلاق ثلاثہ‘کبھی وندے ماترم ‘کبھی سوریہ نمسکار اور کبھی حجاب اور اسلامی شعائر پر انگلیاں اٹھائی جارہی ہیں اور باطل طاقتیں مکمل کوشش کررہی ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ ہوجائے۔کوئی مسلمان اپنی تہذیب اور شناخت کے ساتھ زندہ نہ رہے اگر کسی کو رہنا ہے تو وہ ہندووانہ تہذیب وتمدن کے ساتھ زندہ رہے‘اس کی تعلیمات کو ہی اپنا رہبر اور پیشوا تسلیم کرے اور ایک خدا کی طاقت کا انکار کرتے ہوئے پھر زمانۂ جاہلیت کی طرف مسلمان لوٹ جائیں۔آج ملکی اور بین اقوامی جو مسائل اور نئے نئے فتنے جنم لے رہے ہیں ان کی وجہ مسلمانوں کا باہمی انتشار ہے‘ان کا اختلاف یہاں تک پہنچا کہ ان کی مسجدیں‘کتابیں‘مدارس وغیرہ منقسم ہوگئیں اور وہ مختلف جماعتوں اور گروپ میں بٹ گئے۔اس انتشار کی وجہ سے اسمبلی اور پارلیمنٹ میں مسلمانوں کے نمائندے نہیں ہیں جو شریعت کے خلاف اٹھنے والی آواز کی مخالفت کرسکیں۔اس انتشار اور اختلاف کا علم تمام مخالفین کو اچھی طرح ہے وہ لوگ ان کی کمزوری سے مکمل واقف ہیں اس لئے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ ناچ ناچ رہے ہیں۔

قرآن وسنت اسلام کی اساس اور بنیاد ہے۔جن آیات واحادیث کی تشریحات نصوص میں موجود نہیں ہیں ان میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف ایک فطری چیز ہے اس لئے کہ اذہان اور عقلیں مختلف ہیں ان کی تعبیر ائمہ کرام نے اپنے اجتہادات کی روشنی میں پیش کی ہیں‘ہر ایک کو یہ حق ہے کہ اپنے علم کی روشنی میں ان نصوص کی تعبیرات بیان کریں لیکن اسی کے ساتھ اتنی رواداری ضروری ہے کہ وہ اور ان کے متبعین ان پر عمل کریں اور دوسرے نظریات کے حامل لوگوں پر زبردستی ان کو نہ تھوپیں اور مخالف نظریات کے افراد کو بھی چاہئے کہ وہ جس تعبیر کو بہتر سمجھتے ہیں اس کو مانیں لیکن دوسروں کو ہرگز ہرگز نہ چھیڑیں۔کیوں کہ یہ اختلاف اجتہاد کی روشنی میں ہے جس میں خطا اور صواب کا امکان بہرحال موجود ہے۔یہ بالیقین نہیں کہا جاسکتا کہ ہم نے جو سمجھا ہے وہی صحیح ہے اور دوسرا غلط ہے۔ہر ایک مسلک کے پیچھے دلائل کی قوت ہے اور ان دلائل کے واسطے سے ہر ایک گویا حدیث پر عمل پیرا ہے پھر کسی ایک پر اصرار کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔آج کل سارا اختلاف اسی وجہ سے ہے کہ ایک شخص اپنے مسلک اور فہم کو برحق سمجھتا ہے اور دوسرے کے فہم اور مسلک کو غلط تصور کرتا ہے‘جزوی مسائل کو اصل کا درجہ دیا جارہا ہے گویا ان ہی جزئیات پر اسلام اور نجات کا انحصار ہو حالاں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ جو بنیادی عقائد اور مسائل ہیں ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے وہ سب منصوص ہیں البتہ بعض جزوی مسائل ہیں جن کے بارے میں تفصیلات احادیث میں نہیں ہیں اور توسع اور آسانی پیدا کرنے کے لئے ان کو امت کے مجتہدین کے فہم پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ لوگ جس کو چاہیں اپنائیں کامیاب ہوجائیں گے کیوں کہ اجتہاد اگر صحیح ہے تو بھی کامیاب اور اگر غلط ہے تو بھی قابل عمل اور راہ نجات ہے مگر اپنے مسلک اور نظریات کے تحفظ میں لوگ اس قدر جٹے ہوئے ہیں کہ اگر اتنی طاقت اسلام کے فروغ میں لگادی جاتی تو شاید پوی دنیا میں اسلام پھیل جاتا۔ہر ایک جماعت اپنے کو سچا مسلمان اور دوسرے کو کافر اور گمراہ کہہ رہی ہے اور اس میں ساری طاقت صرف کررہی ہے جب کہ اس کا تعلق صرف اولی اور غیر اولی سے ہے۔صحابۂ کرام کے درمیان بہت سے مسائل میں اختلاف تھا لیکن اس کے باوجود کسی نے کسی کو غلط اور ناحق سے تعبیر نہیں کیا بلکہ خاموش طریقے پر جو جس کو صحیح سمجھتے اور جیسی روایت ان تک پہنچی تھی وہ اپنے علم کے مطابق عمل کرتے رہے اور مسلکوں کا اتحاد شریعت میں مطلوب بھی نہیں ہے کیوں کہ اگر یہ اللہ کو مقصود ہوتا تو وہ پوری ملت کو ایک مسلک پر قائم کردیتا جیسا کہ مصحف عثمانی پر آج پوری دنیا متفق ہے۔اس لئے بہتر ہے کہ ہم اپنی اپنی نمازیں پڑھیں‘اپنی اپنی تفسیر کا مطالعہ کریں اپنے اکابر کے اجتہادات کی پیروی کریں لیکن سب متحد ہوکر اسلام کے چیلنجوں کے جواب کے لئے کمربستہ ہوجائیں‘اسلام کی جانب سے بھرپور دفاع کریں اور شریعت کے خلاف اٹھنے والی آواز کو متحد ہوکر کچلنے کی کوشش کریں تا کہ اسلام اپنی شناخت کے ساتھ محفوظ رہ سکے اور کوئی آنکھ غلط نیت سے اس کی طرف اٹھانے کی جرأت نہ کرسکے۔

اتحاد کا حکم؛قرآن وحدیث میں

☆ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:ان کے دلوں میں باہمی الفت بھی اسی نے ڈالی ہے،زمین میں جو کچھ ہے اگر آپ سارے کا سارا بھی خرچ کرڈالتے تو بھی ان کے دل آپس میں نہ ملا سکتے تھے۔یہ تو اللہ ہی نے ان میں الفت ڈال دی ہے وہ غالب حکمت والا ہے۔(الانفال:۶۲-۶۳)

☆ اللہ فرماتا ہے:اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا جس کا نوح کو حکم دیا تھا اور جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے اور جس کا ابراہیم،موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔(الشوریٰ:۱۳)

☆ ارشاد باری ہے: اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور آپس میں جھگڑا اور اختلاف نہ کرو، ورنہ تمھارے اندر کمزوری پیدا ہوجائے گی اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی،اور صبر کرو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔(الانفال:۴۶)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالی تمہارے لیے تین چیزیں پسند کرتا ہے اور تین چیزوں کو پسند نہیں کرتا؛ پسند یہ کرتا ہے کہ تم اسی کی عبادت کرو،اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ،تم سب اللہ تعالی کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور گروہ بندی میں مت پڑو (مسلم)

رافیل ڈیل؛ دی ہندو کی رپورٹ سے اٹھا سوال

رویش کمار

۱۱؍فروری ۲۰۱۹ء کے ’’دی ہندو‘‘ میں رافیل ڈیل کی فائل سے دو اور صفحے باہر آگئے ہیں۔اس بار پورا صفحہ چھپا ہے اور جو باتیں ہیں وہ کافی تشویشناک ہیں۔دی ہندو کی رپورٹ کو اپنی زبان میں بھی سمجھا جا سکتا ہے۔حکومت بار بار کہتی ہے کہ رافیل ڈیل میں کوئی بدعنوانی نہیں ہوئی ہے۔وہی حکومت ایک بار یہ بھی بتادے کہ رافیل ڈیل کی شرطوں میں بد عنوانی ہونے پر کارروائی کے اہتمام کو کیوں ہٹایا گیا؟ وہ بھی وزیراعظم کی صدارت والی دفاعی معاملوں کی کابینہ کمیٹی کے اجلاس میں اسے ہٹایا گیا۔

کیا آپ نے دفاعی خرید کی ایسی کوئی ڈیل سنی ہے جس کی شرطوں میں سے کسی ایجنسی یا ایجنٹ سے کمیشن لینے یا غیر ضروری دباؤ ڈالنے پر سزا کے اہتمام کو ہٹا دیا جائے؟ مودی حکومت کی مبینہ طور پر سب سے شفاف ڈیل میں ایسا ہی کیا گیا ہے۔مودی جی بتادیں کہ کس ڈیلر کو بچانے کے لئے اس شرط کو ہٹایا گیا ہے؟

دی ہندو نے اپنے پہلے صفحے کی پوری کور پر تفصیل سے اس کو چھاپا ہے۔اگر سب کچھ ایک ہی دن چھپ جاتا تو حکومت ایک بار میں ردعمل دے کر نکل جاتی۔اب اس کو اس پر بھی ردعمل دینا ہوگا۔کیا پتہ پھر کوئی نیا نوٹ جاری کر دیا جائے۔این رام نے جب ۸؍فروری کو نوٹ کا آدھا صفحہ چھاپا تو حکومت نے پورا صفحہ جاری کروا دیا۔اس سے تو آدھے صفحے کی بات کی ہی تصدیق ہوئی۔لیکن اب جو نوٹ جاری ہوا ہے وہ اس سے بھی تشویشناک ہے اور اس کو پڑھنے کے بعد سمجھ میں آتا ہے کہ کیوں افسران وزیراعظم دفتر (پی ایم او) کے متوازی طور سے دخل دینے کو لے کر فکرمند تھے۔

این رام نے دفاعی خرید کی کارروائی کی شرطوں کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ۲۰۱۳ء میں بنائے گئے اس اصول کو ہر دفاعی خرید پر نافذ کیا جانا تھا۔ایک اسٹینڈرڈ پروسیس کو اپنایا گیا تھا کہ کوئی بھی ڈیل ہو اس میں چھوٹ نہیں دی جا سکتی۔ مگر حکومت ہند نے فرانس کی دو کمپنیوں داسسو اور ایم بی ڈی اے فرانس کو بے مثال رعایت دی۔

وزارت دفاع کے مالیاتی افسر اس بات پر زور دیتے رہے کہ پیسہ سیدھے کمپنیوں کے ہاتھ میں نہیں جانا چاہیے۔یہ مشورہ دیا گیا کہ سیدھے کمپنیوں کو پیسہ دینے کے بجائے ایسکرو اکاؤنٹ بنایا جائے۔اس میں پیسے رکھے جائیں۔یہ کھاتا فرانس کی حکومت کا ہو اور وہ تبھی ادا کرے جب داسسو اور ایم بی ڈی اے فرانس ساری شرطوں کو پورا کرتے ہوئے فراہمی کرے۔یہ اہتمام بھی ہٹا دیا گیا۔ایسا کیوں کیا گیا۔کیا یہ شفاف طریقہ ہے؟ سیدھے فرانس کی کمپنیوں کو پیسہ دینے اور اس کو ان کی حکومت کی نگہبانی سے آزاد کر دینا، کہاں کی شفافیت ہے۔این رام نے لکھا ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ حکومت نے سپریم کورٹ سے یہ باتیں چھپائی ہیں۔کیا حکومت نے سپریم کورٹ کو بتایا ہے کہ اس ڈیل میں قومی سلامتی کے مشیر اور وزیراعظم دفتر کے بھی رول رہے ہیں؟ اس سوال کا جواب حکومت سے آ سکتا ہے یا پھر سپریم کورٹ سے۔این رام کا کہنا ہے کہ بغیر اوپر سے آئے دباؤ کے ان شرطوں کو ہٹانا آسان نہیں ہے۔بے وجہ دباؤ ڈالنے پر سزا کا اہتمام تو اسی لئے رکھا جاتا ہوگا کہ کوئی خرید عمل میں دوسرے چینل سے شامل نہ ہو جائے اور ٹھیکہ نہ لے لے۔ایجنٹ اور ایجنسی کا پتہ چلنے پر سزا کا اہتمام اسی لئے رکھا گیا ہوگا تاکہ کمیشن کی گنجائش نہ رہے۔اب آپ اپنی زبان میں سوچیں، کیا یہ سمجھنا واقعی اتنا مشکل ہے کہ ان شرطوں کو ہٹانے کے پیچھے کیا منشا رہی ہوگی؟

۲۳؍ستمبر ۲۰۱۶ء کو دہلی میں ہندوستان اور فرانس کے درمیان معاہدہ ہوا تھا، اس کے مطابق رافیل ایئر کرافٹ کی فرانس ہندوستانی فضائیہ کو ہتھیاروں کا پیکیج دے گا۔اسی مہینے میں منوہر پاریکر کی صدارت میں دفاعی خرید کونسل کی میٹنگ ہوئی تھی۔اس اجلاس میں خرید سے متعلق آٹھ شرطوں کو بدل دیا گیا۔ان میں آفسیٹ کانٹریکٹ اور سپلائی پروٹوکول بھی شامل ہیں۔آفسیٹ کانٹریکٹ کو لے کر ہی تنازعہ ہوا تھا کیونکہ انل امبانی کی کمپنی کو دفاعی آلات بنانے کا ٹھیکہ ملنے پر سوال اٹھے تھے۔۲۴؍اگست ۲۰۱۶ء کو پہلے وزیراعظم کی صدارت میں دفاع کی کابینہ کمیٹی نے منظوری دے دی تھی۔

ڈیل سے ایجنٹ، ایجنسی، کمیشن اور بے کار دباؤ ڈالنے پر سزا کے اہتمام کو ہٹانے سے جو کمرشیل سپلائر تھے ان سے سیدھے بزنس کرنے کا راستہ کھل گیا۔اس بات کو لے کر ہندوستانی مذاکرہ کار ٹیم کے ایم پی سنگھ، اے آر سلے اور راجیو ورما نے عدم اتفاق کا اظہار کیا تھا۔دی ہندو کے پاس جو دستاویز ہیں اس سے یہی لگتا ہے کہ ان تینوں نے کافی سخت اعتراض کیا ہے۔دو کمپنیوں کے ساتھ سیدھے ڈیل کرنے والی بات پر نوٹ میں لکھتے ہیں کہ خرید دو حکومتوں کی سطح پر ہو رہی ہے۔پھر کیسے فرانس حکومت آلات کی فراہمی، انڈسٹریل خدمات کی ذمہ داری فرانس کے انڈسٹریل سپلائروں کو سونپ سکتی ہے۔یعنی پھر حکومتوں کی سطح پر ڈیل کا مطلب ہی کیا رہ جاتا ہے جب حکومت کی کوئی ذمہ داری نہیں رہ جاتی ہے۔تینوں افسر اس بات کو لے کر بھی اعتراض کرتے ہیں کہ خرید کے لئے پیسہ فرانس حکومت کو دیا جانا تھا۔اب فرانس کی کمپنیوں کو سیدھے دیا جائے گا۔مالیاتی ایمانداری کی بنیادی شرطوں سے سمجھوتہ کرنا مناسب نہیں ہوگا۔وزارت کے تین بڑے افسر لکھ رہے ہیں کہ مالیاتی ایمانداری کی بنیادی شرطوں سے سمجھوتہ کرنا مناسب نہیں ہوگا۔وہ کیوں ایسا لکھ رہے تھے؟ آخر حکومت فرانس کی دونوں کمپنیوں کو بدعنوانی کی حالت میں کارروائی سے کیوں بچا رہی تھی؟ اب مودی جی ہی بتا سکتے ہیں کہ بدعنوانی ہونے پر سزا نہ دینے کی مہربانی انہوں نے کیوں کی۔کس کے لئے کی۔دو ڈیفینس سپلائر کے لئے کیوں کی یہ مہربانی۔

این رام اب اس بات پر آتے ہیں کہ اس مہربانی کو اس بات سے جوڑ کر دیکھا جائے کہ کیوں حکومت ہند نے ۷۰؍سے ۸۰؍ہزار کروڑ کی اس ڈیل کے لئے فرانس حکومت سے کوئی گارنٹی نہیں مانگی۔آپ بھی کوئی ڈیل کریں گے تو چاہیں گے کہ پیسہ نہ ڈوبے، بیچ میں کوئی گارنٹر رہے۔مکان خریدتے وقت بھی آپ ایسا کرتے ہیں، یہاں تو وزارت دفاع کے افسر کہہ رہے ہیں کہ بینک گارنٹی لے لیجئے، حکومت سے خودمختار گارنٹی لے لیجئے مگر حکومت ہند کہتی ہے کہ نہیں ہم کوئی گارنٹی نہیں لیں گے۔یہ مہربانی کس کے لئے ہو رہی تھی؟ این رام نے لکھا ہے کہ اس کے بدلے حکومت لیٹر آف کنفرم پر مان جاتی ہے جس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوتی ہے۔اس میں یہی لکھا ہے کہ اگر سپلائی میں دقتیں آئیں تو فرانس کی حکومت مناسب قدم اٹھائیگی۔

یہ لیٹر آف کنفرٹ بھی دیر سے آیا۔۲۴؍اگست ۲۰۱۶ء کی کابینہ کمیٹی کے اجلاس سے پہلے تک گارنٹی لینے کی تجویز تھی۔یہی کہ فرانس کی حکومت کے پاس ایک کھاتا ہو جس کو ایسکرو اکاؤنٹ کہتے ہیں۔اسی کے ذریعے جب جب جیسا کام ہوگا، جتنی سپلائی ہوگی، ان دو کمپنیوں کو پیسہ دیا جاتا رہے گا۔کمپنیاں بھی اس بھروسے کام کریں گی کہ مال کی سپلائی کے بعد پیسہ ملے گا ہی کیونکہ وہ اسی کی حکومت کے کھاتے میں ہے۔لیکن وزارت دفاع کے ڈائریکٹر خرید اسمتا ناگراج اس کو ہٹا دینے کی تجویز بھیجتی ہیں اور منظوری مل جاتی ہے، وزیراعظم نے اس کو منظوری کیوں دی؟

اب آپ یہاں ۸؍فروری کو چھپی این رام کی رپورٹ کو یاد کیجئے۔اس رپورٹ میں یہی تھا کہ ۲۴؍نومبر ۲۰۱۵ء کو وزارت دفاع کے تین اعلیٰ افسران اعتراض کرتے ہیں کہ وزیراعظم دفتر ہماری جانکاری کے بغیر آزادانہ طور پر اس ڈیل میں گھس گیا ہے۔جس سے ہماری ٹیم کے مول بھاؤ کی صلاحیت کمزور ہو جاتی ہے۔دفاعی سکریٹری جی موہن کمار بھی اس سے اتفاق کرتے ہوئے وزیر دفاع کو فائل بھیجتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ یہ مناسب ہوگا کہ وزیراعظم دفتر اس سے دور رہے۔اس نوٹ پر وزیر دفاع تقریباً ڈیڑھ مہینے کے بعد سائن کرتے ہیں۔۱۱؍جنوری ۲۰۱۶ء کو۔خود وزیر دفاع فائل پر سائن کرنے میں ڈیڑھ مہینہ لگاتے ہیں۔لیکن وزارت دفاع میں مالیاتی مشیر سدھانشو موہنتی کو فائل دیکھنے کا مناسب وقت بھی نہیں دیا جاتا ہے۔۱۴؍جنوری ۲۰۱۶ء کو سدھانشو موہنتی نوٹ-۲۶۳ میں لکھتے ہیں کہ کاش میرے پاس پوری فائل دیکھنے اور کئی مدعوں پر خیال کرنے خاطر خواہ وقت ہوتا۔پھر بھی چونکہ فائل فوراً وزیر دفاع کو سونپی جانی ہے میں مالیاتی نظر سے کچھ فوری تبصرہ کرنا چاہتا ہوں۔

موہنتی لکھتے ہیں کہ اگر بینک گارنٹی یا خودمختار گارنٹی کا اہتمام نہیں ہو پا رہا ہے تو کم سے کم ایک ایسکرو اکاؤنٹ کھل جائے جس کے ذریعے کمپنیوں کو پیسہ دیا جائے۔اس سے سپلائی پوری کرانے کی اخلاقی ذمہ داری فرانس کی حکومت کی ہو جائے گی۔چونکہ فرانس کی حکومت بھی اس ڈیل میں ایک پارٹی ہے اور سپلائی کے لئے مشترکہ طور پر ذمہ دار ہے تو اس کو اس طرح کے کھاتے سے اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔موہنتی اپنے نوٹ میں حکومت اور کمپنی کے درمیان تنازعہ ہونے پر کیسے حل ہوگا، اس پر جو اتفاق بن چکا تھا، اس کو ہٹانے پر بھی اعتراض کیا گیا ہے۔وزارت قانون نے بھی بینک گارنٹی اور خودمختار گارنٹی کی ضرورت پر زور دیا تھا۔وزارت دفاع کو بھیجے گئے اپنے نوٹ میں۔

کوئی بھی مبینہ طور پر ایماندار حکومت کسی معاہدے سے بدعنوانی کے امکان پر کارروائی کرنے کا اہتمام کیوں ہٹائے گی؟ بنا گارنٹی کے ۷۰؍سے ۸۰؍ہزار کروڑ کا معاہدہ کیوں کرے گی؟ کیا بدعنوانی ہونے پر سزا کے اہتماموں کو ہٹانا شفافیت ہے؟ آپ جب ان سوالوں پر سوچیں گے تو جواب مل جائے گا۔

جنگ کسی صورت قبول نہیں

مشرف عالم ذوقی

ہم بار بار کیوں جنگ چاہتے ہیں؟ ہم کیوں بھول جاتے ہیں کہ کبھی ہم ایک تھے، ایک ہی سرزمین کا حصہ، ملک کو تقسیم ہوئے بھی ۷۱؍برس ہو چکے ہیں، چار جنگوں سے ہمیں کیا حاصل ہوا؟ بڑھتی ہوئی دہشت گردی صرف ہندوستان کو کمزور نہیں کرتی، اس کا اثر عالمی انسانی سماج پر بھی پڑتا ہے، جنگ اکثر ہمیں پہلی اور دوسری جنگ عظیم اور ہونے والی خوفناک تباہی کی دنیا میں لے جاتی ہے، ۹؍اگست ۱۹۴۵ء کو دوسری جنگ عظیم کے دوران امریکہ نے جاپان کے ترقی یافتہ شہر ناگاساکی پر بم گرایا۔اس سے قبل ہیروشیما پر ایٹمی حملے میں میں کم ازکم ایک لاکھ چالیس ہزار افراد ہلاک ہوئے، خوفناک تباہی کے بعد ایک مدت تک جاپان میں اندھی، بہری نسلیں پیدا ہوتی رہیں، زندہ بچنے والے بیشتر افراد ہولناک بیماریوں اور زخموں کا شکار ہوئے، جاپانیوں نے آج تک امریکہ کو معاف نہیں کیا، اور آج بھی ۷۴؍برس بعد ایٹمی تباہی کی یہ داستان ہمیں خون کے آنسو رلاتی ہے۔لیکن ہر بار ہم جوش اور انتقام میں بربادی وتباہی کی خوفناک داستان کو بھول جاتے ہیں، سیاست کے عالمی منظرنامے میں جنگ کی دستکیں اب زیادہ شدت سے سنائی دینے لگی ہیں، ہندو پاک کے درمیان بڑھتی ہوئی کشیدگی اور نفرت کے درمیان عوام کی جانب سے انتقام لینے کا فرمان جاری ہوتا ہے، تلواریں کھنچ جاتی ہیں، ہندوستانی فضائیہ کی یلغار کے جواب میں دھمکیوں کی بارش ہونے لگتی ہے۔سوال یہ ہے کہ پلوامہ حملہ کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی؟ جنگیں حل نہیں ہیں، دونوں ملکوں کے سیاست داں اور عوام کو اب یہ ضرور سوچنا چاہئے کہ ہم ایک مہذب دنیا کو تباہی کی اندھی سرنگ میں جانے سے روکیں، ورنہ اندیشہ ہے کہ ہماری نفرت اور تشدد کے گرم بازار سے دیگر بڑے ممالک فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔پلوامہ میں جو کچھ ہوا، نہیں ہونا چاہئے تھا، یہ موقع ٹھہر کر سوچنے کا ہے، یہ موقع دہشت گردی کے خلاف پوری طاقت سے اٹھ کھڑے ہونے کا ہے، یہ موقع جنگ کا نہیں ہے، جنگ کسی مسئلہ کا حل نہیں ہے، ہم نے انتقام اور بدلے کی آگ میں سلگ کر کیا حاصل کرلیا؟ یا اب تک ہم جنگ جنگ کھیل کھیلتے ہوئے کیا حاصل کر سکے؟ جنگ میں کون مارا جائے گا، ہماری فوج یا عوام؛ سوچنا یہ بھی ہے کہ نہ تو ہندوستان کے عوام دہشت گردوں کے ساتھ ہیں اور نہ ہی پاکستانی عوام، پھر یہ کیسی سیاست ہے جو مہذب دنیا میں اب تک دہشت گردوں پر روک نہیں لگا سکی؟ یہ کیسی سیاست ہے کہ آئے دن سرحدوں پر ہمارے اپنے گولیوں سے یا تو زخمی ہو رہے ہیں یا ہلاک؟ سوچنے کا مقام ہے کہ سرجیکل اسٹرائک کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟

قتل وغارت گری کی اس تاریخ میں بار بار ایک ہی نام ابھر کر سامنے آرہا ہے، کوئی عمر، کوئی عادل، کوئی فرقان، اب پہلے سے کہیں زیادہ شدت کے ساتھ یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ دہشت گردوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اور ہم ہندوستانی تو دہشت گردوں کو دو گز زمین کا حصہ بھی نہیں دیتے، ہماری تاریخ میں یہ واقعہ بھی درج ہو چکا ہے۔ہم یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ نفرت سے ہمارے مسائل حل نہیں ہوئے اور دہشت گردی کو عروج ملتا رہا، پچھلے ۲۰؍برسوں کا حاصل یہ ہے کہ ہزاروں فوجی ہلاک ہوئے، کشمیر کا تنازع اپنی جگہ رہا، (بقیہ صفحہ ۱۰؍پر)

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

افغانستان میں فوجی اڈے پر حملہ،۴۰/فوجی اور ۹/حملہ آور ہلاک

افغانستان کے جنوبی صوبے ہلمند میں جمعہ کو صبح سات بجے خودکش حملہ آوروں سمیت ۲۷/دہشت گردوں نے ایک فوجی اڈے پر حملہ کر دیا، جس میں چالیس فوجیوں کے ہلاک ہونے کی خبر ہے،فوج کی جوابی کارروائی میں تین خودکش حملہ آور سمیت نو دہشت گرد بھی ہلاک ہوئے ہیں۔صوبائی گورنر کے دفتر نے ایک بیان جاری کر کے بتایا کہ دہشت گردوں نے کیمپ میں ۲۱۵/میوانڈ کور کو نشانہ بنایا،فوج نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے تین خودکش حملہ آوروں اور چھ مسلح دہشت گردوں کو ہلاک کر دیا۔افغانستان میں واقع امریکی فورسز کے ترجمان کرنل ڈیو بٹلر نے ٹویٹ کر کے کہا کہ افغانی سیکورٹی فورسز کے بہادر جوانوں نے دہشت گردوں کے خلاف کارروائی کی ہے۔انہوں نے کہا کہ افغانستان کی سیکورٹی فورس ملک کے عوام کے لئے لڑتی ہے اور وہ عوام کی محافظ ہے۔(یو این آئی)

اسلامی تعاون تنظیم کے اجلاس میں سشما سوراج کی شرکت، پاکستان غیر حاضر

ہندوستان نے مذہب کے نام پر دہشت گردی کے جواز کی پاکستان کی منطق کے خلاف جمعہ کو اسلامی تعاون تنظیم (او آئی سی) کے اہم اجلاس میں اپنا ٹھوس موقف پیش کرتے ہوئے رکن مسلم ممالک سے دہشت گردی کے خلاف مؤثر کارروائی کرنے کی پرزور اپیل کی، تاہم انہوں نے کہا کہ دہشت گردی کے خلاف لڑائی کو ہرگز کسی مذہب کے خلاف لڑائی نہ سمجھا جائے۔محترمہ سوراج نے او آئی سی کے چھیالیسویں اجلاس کے افتتاحی سیشن میں بطور مہمان اعزازی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''اگر آپ انسانیت کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو دہشت گردوں کو تحفظ اور دولت مہیا کرانے والے ممالک سے کہنا ہوگا کہ وہ ایسی کرتوتوں کو بند کریں۔''
یہ پہلا موقع ہے جب اسلامی تعاون تنظیم کے اجلاس میں ہندوستان کو مدعو کیا گیا ہے، جبکہ پاکستان نے اس بار او آئی سی کے اجلاس کا بائیکاٹ کیا ہے، اس نے متحدہ عرب امارات پر زور دیا تھا کہ ہندوستان کو بطور مہمان اعزازی اس اجلاس میں مدعو نہیں کیا جائے ، ہندوستان کو دعوت دینے پر وہ اجلاس کا بائیکاٹ کرے گا، مگر او آئی سی نے پاکستان کی پرواہ نہیں کرتے ہوئے ہندوستان کو اس کانفرنس میں بطور مہمان اعزازی مدعو کیا جس سے ناراض پاکستان نے اس کا بائیکاٹ کیا ہے۔(یو این آئی)

ابھینندن اپنے وطن پہنچے

فضائیہ کے ونگ کمانڈر ابھینندن وردھمان پاکستان کی حراست سے رہا ہونے کے بعد جمعہ کی رات واگھہ بارڈر سے ہندستان اپنے وطن پہنچ گئے۔ونگ کمانڈر ابھینندن کا جنگی طیارہ مگ 21 بدھ کو اس وقت حادثہ کا شکار ہو گیا تھا جب وہ ہندستانی فوجی ٹھکانوں پر حملہ کرنے آئے پاکستانی فضائیہ کے جنگی طیاروں کو کھدیڑ رہے تھے۔اس دوران وہ پیراشوٹ سے اترتے ہوئے پاکستان کے قبضہ والے کشمیر میں پہنچ گئے تھے، جہاں پاکستان نے انہیں حراست میں لے لیا تھا۔جمعرات کو ہندستان کی سفارتی کوششوں کے بعد پاکستان کے وزیراعظم عمران خان نے اعلان کیا تھا کہ انہیں جمعہ کو ہندستان کو سونپ دیا جائے گا۔(یو این آئی)

غزہ میں اسرائیلی فوج نے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی: اقوام متحدہ

اقوام متحدہ کی ایک آزادانہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اس بات کے واضح ثبوت ہیں کہ غزہ کے سرحد پر گذشتہ برس کے احتجاجی مظاہروں میں اسرائیلی فورسیز نے بین الاقوامی انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی ہے جن میں ۱۸۰/سے زائد فلسطینی ہلاک ہوئے۔غزہ کے ۲۰۱۸ء میں ہوئے مظاہرے پر اقوام متحدہ کی تحقیقاتی کمیشن کے پریس ریلیز کے مطابق اسرائیلی فورسیز کے کے پاس جان لیوا گولیوں کے استعمال کا کوئی جواز نہیں ہے۔ چیئر پرسن سینٹیا گوکینٹن نے جنیوا میں صحافیوں سے کہا کہ کمیشن نے اسرائیلی سکیورٹی فورسیز کے انسانی حقوق اور انسانی حقوق کی بین الاقوامی قانون کی شدید خلاف ورزی کرنے کے واضح ثبوت پائے ہیں۔(یو این آئی)

برطانیہ کی شہریوں کو پاکستان اور ہندوستان جانے کی ممانعت

برطانیہ کی پاکستان اور ہندوستان کے مابین کشیدگی کے باعث برطانوی شہریت کے حامل پاکستانیوں اور ہندوستانیوں کو اپنے آبائی ملکوں میں جانے سے منع کر دیا ہے۔برطانیہ نے برطانوی شہریت کے حامل پاکستانی اور ہندوستانی شہریوں سے کہا ہے کہ دونوں ملکوں کے ایئرپورٹس ہائی الرٹ پر ہیں، کسی بھی لمحے جنگ ہوسکتی ہے لہٰذا حالات سازگار ہونے تک وہاں نہ جائیں۔برطانوی وزارت خارجہ اور ٹورزم ڈپارٹمنٹ کی طرف سے انگلینڈ کے تمام ٹریول ایجنٹس سے کہا گیا ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کے حالات کشیدہ ہیں، ان ملکوں سے تعلق رکھنے والے شہریوں کی زندگی محفوظ رکھنے کے لیے ٹکٹ جاری نہ کیے جائیں۔(نیوز ایکسپریس)

امریکہ کا اسامہ بن لادن کے بیٹے کو پکڑنے کے لیے دس لاکھ ڈالر انعام کا اعلان

برطانوی نشریاتی ادارے کے مطابق امریکہ نے القائدہ کے سابق سربراہ اسامہ بن لادن کے بیٹے حمزہ بن لادن کو پکڑنے یا ان کے بارے میں معلومات فراہم کرنے والے کو دس لاکھ ڈالر دینے کا اعلان کیا ہے جب کہ امریکہ پہلے ہی حمزہ بن لادن کو سرکاری طور پر عالمی دہشت گرد قرار دے چکا ہے۔امریکی دفتر خارجہ کے مطابق حمزہ بن لادن اسلامی عسکریت پسند گروہ کے اہم رہنما کے طور پر سامنے آئے ہیں اور انہوں نے اپنے والد اسامہ بن لادن کی موت کا بدلہ لینے کے لیے آڈیو اور ویڈیو پیغامات بھی جاری کیے ہیں جس میں انہوں نے اپنے پیروکاروں کو امریکہ اور اس کے حامی مغربی ممالک پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔واضح رہے اسامہ بن لادن کو امریکی اہلکاروں نے مبینہ طور پر خفیہ آپریشن میں ۲/مئی ۲۰۱۱ء کو قتل کر دیا تھا۔

تعلیم و روزگار

رحمانی فاؤنڈیشن مونگیر میں تیسرا آئی کیمپ

مشہور سماجی خدمت گار ادارہ رحمانی فاؤنڈیشن مونگیر میں آنکھوں کا مفت آپریشن کیمپ جاری ہے، ابھی رواں سال کا تیسرا کیمپ جاری ہے، جس میں ۷۰۰/مریضوں کی آنکھوں میں لینس لگانے کا ہدف ہے، اب تک پچھلے دو کیمپوں میں ۱۳۳۵/مریضوں کی آنکھوں میں مفت لینس لگایا جا چکا ہے، پہلے کیمپ میں ۴۲۴/مریضوں کی آنکھوں میں لینس لگایا گیا تھا، اور دوسرے میں ۸۹۱/مریضوں کی آنکھوں میں، کیمپ کا سلسلہ مارچ میں بھی جاری رہے گا، ایک ہزار اور مریضوں کی آنکھوں میں لینس لگانے کا نشانہ ہے، رحمانی فاؤنڈیشن نے اس سال تین ہزار مریضوں کی آنکھوں میں مفت لینس لگانے کا ہدف طے کیا ہے، واضح ہو کہ آپریشن کا سال نومبر سے شروع ہوتا ہے، اور مارچ میں ختم ہوتا ہے۔رحمانی فاؤنڈیشن کا آئی کیمپ مثالی ہوتا ہے، اس میں صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے، مریضوں کی ہر طرح سہولت مفت فراہم کی جاتی ہے، آپریشن کے لیے مشہور ماہر امراض چشم کی خدمت حاصل کی جاتی ہے، اس سال یہ خدمت آنکھ کے مشہور سرجن جناب ڈاکٹر سدھانشو رکمار گیا اور ان کی ٹیم انجام دے رہی ہے۔رحمانی فاؤنڈیشن نے سماجی زندگی سے جڑے دو اہم حصے تعلیم اور صحت کو اپنی خدمت کا میدان بنایا ہے، صحت کی سمت میں اس نے ہر سال تین ہزار مریضوں کی آنکھوں میں لینس لگانے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو مختلف امراض کے ماہر ڈاکٹروں کی خدمات بھی صرف بیس روپئے کی معمولی فیس پر فراہم کیا ہے، رحمانی فاؤنڈیشن کے جنرل سکریٹری مولانا ظفر عبد الرؤف رحمانی نے کہا کہ فاؤنڈیشن کے بانی مفکر اسلام، امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کی خواہش ہے کہ فاؤنڈیشن صحت مند سماج بنانے کی طرف پوری توجہ دے، اس لیے وہ ہر مذہب اور طبقہ کے لوگوں کو اچھی تعلیم دے رہا ہے، اور صحت کے بھرپور مواقع فراہم کر رہا ہے۔(پریس ریلیز)

جامعہ رحمانی مونگیر میں تقریری مسابقہ کا دوسرا مرحلہ جاری

جامعہ رحمانی مونگیر میں تقریری مسابقہ کا دوسرا مرحلہ جاری ہے، بڑی تعداد میں طلبہ نے مسابقہ میں حصہ لیا ہے، شرکاء کی کثرت کو دیکھتے ہوئے یہ مسابقہ متعدد نشستوں میں منعقد ہو رہا ہے، اس سے پہلے تقریری مسابقہ کا پہلا دور چند دنوں پہلے ختم ہو گیا، جس میں ۲۴/طلبہ نے شرکت کی، یہ مسابقہ گذشتہ سال کے انعام یافتہ طلبہ کے مابین تھا، ان طلبہ نے مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کا مقصد اور مغربی تہذیب اور مسلم معاشرہ کے عنوان پر تقریریں کیں، جامعہ رحمانی کے اساتذہ مولانا عبد الدیان صاحب رحمانی، مولانا جمال اکبر صاحب، مولانا مفتی محمد احمد صاحب مظاہری، مولانا مفتی محمد اعجاز صاحب رحمانی اور مولانا انظر حسین صاحب قاسمی نے حکم کے فرائض انجام دیئے۔واضح ہو کہ جامعہ رحمانی میں سالانہ مسابقہ چند دنوں سے شروع ہے، جس میں تقریر کے ساتھ تحریر کا بھی مقابلہ ہو رہا ہے، اور اہم عناوین پر مقالے پیش کیے جائیں گے، صدر انجمن نادیۃ الادب مولانا محمد نعیم صاحب رحمانی کے مطابق تیزی سے مسابقے منعقد کرائے جا رہے ہیں، تاکہ طلبہ ان سے فارغ ہو کر سالانہ امتحان کی تیاری میں پوری یکسوئی سے لگ جائیں، پہلے تقریر کا ارتجالی مسابقہ ہوا، پھر انعام یافتگان طلبہ کے درمیان مسابقہ ہوا، ابھی غیر انعام یافتہ طلبہ کے درمیان مسابقہ جاری ہے، طلبہ میں مسابقہ کے تئیں بڑا جوش پایا جا رہا ہے، انہوں نے کہا کہ سرپرست محترم مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کی ہدایت پر جامعہ رحمانی میں مختلف قسم کے مقابلے منعقد کرائے جاتے ہیں، تاکہ طلبہ صلاحیت سے بھرپور اور کامل بن کر میدان عمل میں جائیں اور دین کی بہتر سے بہتر خدمت کر سکیں۔(پریس ریلیز)

اردو داں امیدوار IAS اور IFS کے مقابلہ جاتی امتحانوں میں شامل ہوں

یونین پبلک سروس کمیشن نے سول سروسیز اور انڈین فاریسٹ سروسیز کے امتحانات کے انعقاد کا اعلان کر دیا ہے۔ یو پی ایس سی کی جانب سے جاری اشتہار کے مطابق آئی اے ایس اور آئی ایف ایس کے لیے درخواست دینے کا عمل ۱۹/فروری سے جاری ہے۔آن لائن درخواست جمع کرنے کی آخری تاریخ ۱۸/مارچ ۲۰۱۹ء مقرر ہے۔پی ٹی امتحان ۲/جون کو لیا جائے گا۔اس سلسلہ میں تفصیلات www.sarkaiesult.com سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔اردو ڈائرکٹوریٹ کے ڈائرکٹر امتیاز احمد کریمی نے اس باوقار عہدے پر تقرری کے سلسلہ میں جاری اشتہار کی طرف اردو داں امیدواروں کی توجہ مبذول کرائی ہے۔انہوں نے کہا کہ زیادہ سے زیادہ اردو داں نوجوان ان امتحانوں میں شریک ہوں۔اور اس کے لیے پوری ایمانداری کے ساتھ محنت کریں۔(قومی تنظیم)

مدارس کے اساتذہ کے لیے ساتویں پے اسکیل اور مساوی تنخواہ کا اعلان

وزیر اعلیٰ بہار نتیش کمار کے ذریعہ ۲۵/فروری کو بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ سے ملحق ۱۱۲۸/مدارس کے پرانے اساتذہ اور ۵۳۱/سنسکرت ودیالیوں کے اساتذہ کو ساتواں پے اسکیل دینے اور ۶۰۹/اور ۲۰۵/نئے مدارس کے اساتذہ کو اسکول کے اساتذہ کے مساوی تنخواہ دینے کے اعلان سے اساتذہ مدارس میں خوشی دیکھی جا رہی ہے۔مدارس کے اساتذہ نے اس کے لیے وزیر اعلیٰ بہار کا شکریہ ادا کیا ہے اور امید ظاہر کی ہے کہ جلد ہی اس اعلان پر عمل درآمد کیا جائے گا۔(ایجنسی)

یو جی سی نیٹ ۲۰۱۹ء کے لیے آن لائن درخواستیں جمع کرنے کا سلسلہ شروع

جون ۲۰۱۹ء میں ہونے والے یو جی سی نیٹ امتحان کے لیے آن لائن درخواستیں جمع کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔اہل امیدوار نیشنل ٹیسٹنگ ایجنسی کی آفیشل ویب سائٹ ntanet.nic.in پر جا کر آن لائن درخواستیں دے سکتے ہیں۔آن لائن درخواستیں جمع کرنے کی آخری تاریخ ۳۰/مارچ ۲۰۱۹ء کو رات 11:50 بجے تک ہے۔ایڈمٹ کارڈ ۱۵/مئی سے دستیاب ہوں گے، امتحان کا انعقاد ۲۱۔۲۰/جون اور ۲۴۔۲۸/جون تک ہوگا۔

طب و سائنس

دماغ اور جسم کو کیسے توانا رکھیں

سویرا فلک

دماغ سارے جسم کو قابو میں رکھتا ہے۔ ہمارے روزمرہ کے تمام امور، چاہے وہ عام ہوں یا خاص... ان کی انجام دہی بنیادی طور پر دماغ کے ذمے ہی ہے، جیسے کسی کام کو کیسے اور کب کرنا ہے؟ اس کا فیصلہ ہم دماغ ہی سے کرتے ہیں۔ اگر ہمارا دماغ درست طریقے سے کام کرنا چھوڑ دے، جیسے یادداشت میں کمی واقع ہونے لگے تو زندگی کے روزمرہ کاموں پر اس کے منفی اثرات نمایاں طور پر مرتب ہونے لگتے ہیں۔ اپنے دماغ کو فعال رکھنے اور اس کی کارکردگی میں بہتری پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ اس کا خیال رکھیں۔ دماغی استعداد اور کارکردگی بڑھانے میں درج ذیل عوامل آپ کے لیے معاون ثابت ہوں گے۔

غذائیں:

کہا جاتا ہے کہ ہم وہی ہوتے ہیں، جو ہم کھاتے ہیں۔ دماغ کو فعال رکھنے کے لیے سب سے پہلے اُن غذاؤں کو اپنے دسترخوان کی ضرورت زینت بنائیں جو اس کے لیے مفید ہیں، مثلاً اخروٹ کی گری، کاجو، بادام، شہد، کافی، ہری سبزیاں، رس دار پھل، کشمش اور مناسب مقدار میں پانی۔ یہ غذائیں دماغی کارکردگی اور یادداشت بہتر بنانے میں بہت مفید ثابت ہوتی ہیں۔

دماغی ورزش:

جسم کی طرح آپ کے دماغ کو بھی ورزش کی ضرورت ہوتی ہے۔ مختلف اقسام کے معمے یا پزل حل کرنا، حساب کے سوالات حل کرنا اور مطالعہ آپ کی دماغی قوت کو توانائی بخشتے ہیں۔

ڈائری لکھنا:

دماغی کارکردگی میں اضافے کے لیے روزانہ یا ہفتے میں ایک مرتبہ ڈائری لکھنا بھی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ ایک آسان ورزش ہے، کیوں کہ ڈائری میں اہم واقعات کو لکھتے وقت آپ کو بار بار اپنی یادداشت پر زور دینا پڑتا ہے۔ اس عمل سے آپ کا حافظہ بھی بہتر ہوگا، اس کے ساتھ غور و فکر کرنے سے آپ کے دماغ کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر آپ روزمرہ کے امور لکھنے لگے ہیں تو مختصر مضامین لکھنے کی عادت بھی ڈالیں۔

صبح کی سیر:

دماغ کو قوت بخشنے کے لیے صبح سویرے تازہ ہوا میں چہل قدمی کرنا اور گہرے سانس لینا بھی اکسیر ہے۔ سبزہ دیکھنے سے بھی دماغ کو تازگی اور تقویت ملتی ہے۔

زیادہ دیر تک ٹی وی دیکھنا، فضول قسم کی سوچ بچار میں گرفتار رہنا، وقت پر کھانا نہ کھانا، فضول گفتگو کرنا اور کاہلی کی وجہ سے گھنٹوں لیٹے یا بیٹھے رہنا بھی آپ کے دماغ کے خلیات کو غیر فعال کرتا ہے۔ بازار کی غذائیں یعنی جنک فوڈ، کاربونیٹڈ ڈرنکس اور نشہ آور اشیا کا کھانا پینا بھی دماغ پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔ اس لیے جہاں تک ممکن ہو ان سے دور رہیں۔

وقت کی منصوبہ بندی:

وقت کی باقاعدہ منصوبہ بندی کیجیے۔ زندگی میں نظم و ضبط پیدا کیجیے، تاکہ الجھنیں کم ہوں اور دماغ بے جا پریشانیوں سے آزاد رہ کر تازہ دم رہے اور خوب کام کرے۔

حالاتِ حاضرہ پر نظر رکھیں۔ عظیم شخصیات کی سوانح عمری پڑھیں، سبق آموز کہانیاں پڑھ کر غور و فکر کریں۔ یہ عمل دماغی سوجھ بوجھ میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ دماغ کو تر و تازہ رکھنے اور منفی سوچوں سے بچنے کے لیے مزاحیہ تحریریں پڑھیں۔ یاد رکھیں کہ آپ دماغ کو جتنا فعال رکھیں گے، اتنا ہی اس کی کارکردگی و استعداد میں اضافہ ہوگا۔

اگر ہم ان باتوں پر عمل کریں تو بڑھاپے میں بھی دماغ مستعد رہے گا۔ دماغ کے ساتھ جسم کا صحت مند ہونا بھی ضروری ہے۔ دنیا میں اس وقت لوگوں کی جو اوسط عمر ہے اُس کو بڑھایا جا سکتا ہے۔ کچھ کام ایسے ہیں جو اگر ہم کر لیں تو سو برس کی عمر میں بھی بوڑھے اور مضمحل نہیں ہوں گے اور نہ کمزوری ہمارے نزدیک آئے گی۔

آپ خود کو جتنا چھریرا اور متناسب رکھیں گے، بیماریاں آپ سے اتنی ہی دور رہیں گی۔ آپ سارے دن میں کھائے جانے والے حراروں یا کیلوریز کا حساب رکھیں، اس سے موٹاپا اور ذیابیطس نزدیک نہیں آنے پائیں گے۔ ایک تحقیق کے مطابق جو لوگ کم حرارے استعمال کرتے ہیں اُن کے ڈی این اے کو زیادہ غذا کھانے والوں کی نسبت کم نقصان پہنچتا ہے۔ ان کے جسم کا درجہ حرارت اور انسولین کی سطح مناسب رہتی ہے۔

انسان معاشرتی حیوان ہے، اس لیے اس کا اپنے معاشرے کے ساتھ چلنا ضروری ہے۔ اپنے معاشرے کے ساتھ ضرور چلنا چاہیے۔ اپنے تعلقات اہلِ خانہ اور دوست احباب سے برقرار رکھیں، اس سے آپ کا بلڈ پریشر نارمل ہوتا ہے اور اسی وجہ سے حملۂ قلب اور فالج ہونے کا اندیشہ کم رہتا ہے۔ ورزش کو معمول بنالیں اور چست و مستعد رہیں۔

ہفتۂ رفتہ — **راشد العزیری ندوی**

مولانا مظہر الحق یونیورسٹی کا سنگ بنیاد

بہار کے وزیر اعلیٰ نتیش کمار نے ۲۵/فروری کو ۸۲/کروڑ روپے کی لاگت سے تعمیر ہونے والی مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی کی عمارت کا ریموٹ کے توسط سے نام پلیٹ کی نقاب کشائی کر کے سنگ بنیاد رکھا، پٹنہ کے میٹھا پور واقع چندر گپت مینجمنٹ سینٹر احاطہ میں منعقد سنگ بنیاد کی تقریب میں مولانا مظہر الحق عربی اور فارسی یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر خالد مرزا نے وزیر اعلیٰ کو گلدستہ، شال مومنٹو اور کتاب دیکر ان کا خیر مقدم کیا۔ اس تقریب کو خطاب کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے کہا کہ اس بات سے مجھے بے حد خوشی ہو رہی ہے کہ ملک کی یہ پہلی عربی و فارسی یونیورسٹی ہے اور اس یونیورسٹی سے لوگوں کی بڑی امید ہے، انہوں نے کہا کہ جو عمارت تعمیر ہوگی اس کا ڈیزائن دیکھنے کے لائق ہوگا، آپ سب کو عمارت دیکھنے میں اچھی لگے گی، اس کا ٹینڈر ہو گیا ہے اور افسران نے مجھے یقین دہانی کرائی ہے کہ آئندہ سال ۱۵/اگست سے پہلے یونیورسٹی کی زیر تعمیر عمارت کا افتتاح ہو جائیگا۔ انہوں نے کہا کہ بہار انفرا اسٹرکچر ڈیولپمنٹ کارپوریشن لمیٹڈ کے توسط سے ۸۴/کروڑ روپے کی لاگت سے یونیورسٹی کی اپنی عمارت تعمیر ہوگی جس میں تین اسٹرکچر ہوں گے اس کے علاوہ لڑکے اور لڑکیوں کے لیے الگ الگ ہاسٹل کی منظوری اقلیتی فلاح محکمہ کے ذریعہ دی گئی ہے، جس کے لیے وہ شکریہ کے مستحق ہیں۔ واضح ہو کہ 10 اپریل 1998 کو اس یونیورسٹی کو منظوری ملی تھی، جب سے یہ یونیورسٹی کرائے کے کمرے میں چل رہی ہے، آج دو دہائی بعد اس کی عمارت کا سنگ بنیاد عمل میں آیا۔ (روزنامہ ہمارا سماج ۲۶/فروری)

ریاستی ملازمین کو اپریل سے ڈی اے کا فائدہ

ریاستی حکومت کے ملازمین کو مرکزی ملازمین کی طرز پر تین فیصدی (مہنگائی بھتہ) دیا جائے گا، حکومت کی سطح پر اس کی تیاری شروع ہو گئی ہے، لیکن یہ ڈی اے ملازمین کو نئے مالی سال سے ملنے کے امکانات ہیں، مرکز کی طرز پر ہی ریاستی ملازمین کے ڈی اے میں ۳/فیصدی اضافہ کیا جائے گا۔ اس میں اضافہ کے ساتھ ہی یہ ۹/فیصدی سے بڑھ کر ۱۲/فیصد ہو جائے گا۔ اس میں اضافہ سے ریاستی حکومت کے خزانے پر قریب ۳۰۰/کروڑ کا اضافی بوجھ پڑے گا، اس میں قریب ۱۵۰/کروڑ روپے کی تنخواہ اور اتنی ہی رقم پنشن مد میں بھی ضرورت پڑے گی۔ (روزنامہ راشٹریہ سہارا ۲۴/فروری)

اب ایک کلک پر ٹرین کی خالی سیٹوں کی معلومات

ریلوے نے ریزرویشن چارٹ بننے کے بعد ٹرین کے مختلف کوچ میں مختلف اسٹیشن کے درمیان دستیاب سیٹوں کی معلومات کو اب آن لائن کر دیا ہے۔ مسافر ان سیٹوں پر ریزرویشن کروانے کی سہولت گاڑی چھوٹنے کے ٹھیک پہلے تک ہوگی۔ وزیر ریل نے کہا کہ اس سہولت کے تحت ملک کی تمام ٹرینیں آئیں گی۔ انہوں نے کہا کہ ٹرین ٹی ٹی ای کو پی او ایس مشینیں دی جائیں گی۔ وہ خالی سیٹوں کا ریزرویشن اسی مشین سے کر سکے گا، ٹی ٹی ای کو پہلے ہی ٹیب کی بنیاد پر آن لائن چارٹ ویریفکیشن کی سہولت دی گئی ہے۔ چارٹ بننے کے بعد خالی سیٹوں کی معلومات آئی آر سی ٹی سی کی ویب سائٹ سے لنک ہوگی۔ موبائل ایپ پر بھی اسے دیکھا جا سکے گا۔ (روزنامہ عوامی نیوز ۲۸/فروری ۲۰۱۹ء)

پورنیہ اور مدھوبنی میں معلمین مدارس، مکاتب اور ائمہ مساجد کا چھ روزہ تربیتی کیمپ

امارت شرعیہ، بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ میں تعلیمی تحریک چلا رہی ہے، اور پسماندہ دیہاتوں میں مکاتب قائم کر کے نئی نسل کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے میں سرگرم عمل ہے، صحیح تعلیم کیلئے اساتذہ و معلمین کا تربیت یافتہ ہونا ضروری ہے، اس کے لئے امارت شرعیہ کے زیر اہتمام ہر سال تربیتی کیمپ کا انعقاد کیا جاتا رہا ہے، ان خیالات کا اظہار ناظم امارت شرعیہ حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے اپنے ایک پریس ریلیز میں فرمایا، ناظم صاحب نے مزید فرمایا کہ اس سال یہ کیمپ امارت شرعیہ کے زیر اہتمام مورخہ ۹ تا ۱۴/مارچ ۲۰۱۹ء روز سنیچر تا اتوار بمقام مدرسہ فیضان العلوم شاہ پور سنگرامپا، ڈاکخانہ پرساوا یا تلاپٹ گنج ضلع مدھوبنی اور ۱۶ تا ۲۱/مارچ ۲۰۱۹ء روز سنیچر تا اتوار بمقام مدرسہ تعلیم القرآن بھمرا دمکا، ڈاکخانہ موہن کنڈ، وایا گلاب باغ زیرو مائل ضلع پورنیہ منعقد ہوگا، تربیت دینے کیلئے اس فن کے ماہرین تشریف لائیں گے۔ اس اہم پروگرام میں شرکت کے لئے حلقہ کے تمام معلمین مکاتب وائمہ مساجد یقینی طور پر تشریف لائیں۔ مزید تفصیلات کے لیے مدھوبنی اور اس کے قرب و جوار سے تعلق رکھنے والے حضرات 7759977431/9643824040 اور پورنیہ اور اس کے قرب جوار سے تعلق رکھنے والے حضرات 8002316391/9931029311 پر رابطہ کریں۔

امیر شریعت آسام کی رحلت

امیر شریعت آسام اور بزرگ عالم دین حضرت مولانا محمد طیب الرحمٰن صاحب گذشتہ ۲۷/فروری ۲۰۱۹ء کو رحلت فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون، ان کی عمر ۸۰ سال سے متجاوز تھی۔ حضرت مولانا، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے شاگرد رشید تھے، انہوں نے امیر شریعت آسام مولانا عبدالجلیلؒ کی رحلت کے بعد شمال مشرق ہند کے مسلم علاقوں میں امارت کے کاموں کو وسیع تر کیا، مکاتب و مدارس اور دارالقضاء کے نظام میں وسعت پیدا کی، عرصہ سے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے تاسیسی اور عاملہ کے سرگرم رکن رہے، اور اپنے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں اس کو قوت بخشتے رہے، امارت شرعیہ بہار، اڈیسہ و جھارکھنڈ سے انہیں قلبی لگاؤ تھا، جب بھی انہیں یہاں کے اجتماعات میں شرکت کی دعوت دی جاتی وہ حسب سہولت ضرور شرکت کرتے اور اپنے خیالات کا اظہار فرماتے، مولانا بھی امارت شرعیہ کے اکابر کو برابر اپنے یہاں کے ملی اجتماعات کے لئے مدعو کرتے، اسی طرح دونوں طرف کے تعلقات بڑے مضبوط، مستحکم تھے، ان کے انتقال سے ایک بڑا علمی سانحہ پیدا ہو گیا، اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ قارئین کرام سے بھی دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

مظفر پور میں سبھی اسٹیشنوں پر پولیس کی مفت بس سروس

ضلع کے سبھی ریلوے اسٹیشنوں پر مسافروں کی حفاظت کے لئے پولیس رات کے بارہ بجے سے صبح چار بجے تک مفت بس سروس دستیاب کرائے گی، مظفر پور زون کے انسپکٹر جنرل آف پولیس جناب نیر حسنین خان نے بہار سبھی پولیس سپرنٹنڈنٹوں کو ہدایت دی ہے کہ اپنے علاقے کے ریلوے اسٹیشنوں پر رات کے بارہ بجے سے صبح چار بجے تک ریل مسافروں کو پولیس بس سروس ۲۳/فروری ۲۰۱۹ء سے مفت دستیاب کرائے تاکہ وہ مجرمانہ واقعات سے بچ سکیں۔ (روزنامہ عوامی نیوز ۲۳/فروری)

امارت شرعیہ کا پنچایتی نظام عدل

شاہ نواز احمد خان سابق ڈپٹی لیبر کمشنر، ہزاری باغ

جناب نظام عدل ہمیں کہاں سے ملا، ہم بہت بھٹکے، مختلف راہوں کی خاک چھانی، عدل کے نام پر، انجمنوں کا شمار مشکل ہے، مگر یہ دولت عظمیٰ تو اسلام کے نہاں خانوں میں سسک رہی تھی، علمائے کبار کو اللہ نے تفقہ فی الدین عطا کیا، انہوں نے نہایت دیدہ ریزی کے ساتھ چھانٹ پھٹک کر، اس ید بیضا اور عصائے موسوی کی تلاش جس نے قصر فرعون کے درو دیوار ہلا دیے تھے، مظلوم ومقہور دنیا کو انصاف نصیب ہوا، عالم انسانیت نے اطمینان کی سانس لی، ہم ہندوستان کے برسہا برس حاکم رہے، ہماری دیرپائی، نظام عدل پر ہی ٹکی ہوئی تھی، جہانگیر اور شیر شاہ نے اپنی بیگم اور اپنے فرزند تک کو نہیں بخشا، پورا ہندوستان نظام عدل کے سامنے سرنگوں ہو گیا۔ شاہ عالم نے بہار اور بنگال کی دیوانی حکومت فرنگ کے حوالہ کرتے ہوئے اسلامی عدالت کو باقی رکھنے کی حمایت کی تھی، اور سمجھوتہ میں کہا گیا تھا کہ حکومت لے لو، لیکن نظام عدل کو پامال نہ کرنا، یہی ہماری شناخت ہے، پورے ہندوستان کی آتما ہے، انگریزوں نے اسے تسلیم کیا اور عدالتوں میں دا القضاء کے بھی گنجائش رکھی، جب تک کسی قوم کے پاس یہ شاہ کلید محفوظ و مامون رہتی ہے، وہ قوم سرخیل انسانیت بن کر ابھرتی ہے، لیکن جب نظام عدل (Administration of Justice) مجروح ہوتا ہے، یا اس کی غلط تعبیر ہونے لگتی ہے، تو زمانہ میں انقلاب برپا ہو جاتا ہے، مسلمان اس ملک میں اسی نظام عدل کی بدولت حکمراں بن کر ابھرے۔ جب یہ نظام ان سے چھوٹ گیا تو اللہ کی مخلوق فریادرس بن گئی اور نظام قدرت حرکت میں آ گیا۔ ملک کی چابھی ان سے چھین لی گئی۔ دوسرے حکمراں ظہور میں آئے، کچھ باتیں بنی، کچھ بگڑیں، لیکن جب بگاڑ، سنوار پر حاوی ہوگیا، تو ظلم وبربریت چاروں طرف برپا ہونے لگی اور انقلاب ہر بام ودر سے نظر آنے لگا۔ محض ڈیڑھ سو سال میں انگریز اس ملک عظیم سے رخصت ہو گئے، ملک جمہوری نظام کے حوالہ کیا گیا، آمریت، سلطانی اور شہنشاہیت کا دور ختم ہوا، جمہوریت نے پر پھیلائے، ہر آدمی آزاد ہوا، اس کی ثقافت، تہذیب، رسم و رواج سب کو آزادی ملی، سب نے خوش حالی کی تمنا میں راتیں گذاریں، دستور ہند میں بھی اس کی بھرپور جلوہ نمائی ہوئی، ہر مذہب وملت کو خصوصی مراعات دیے گئے، ان کی تہذیب وتمدن کو محفوظ رکھنے کی ضمانت دی گئی، عدالت عظمیٰ (Supreme Court) کو اس کا نگراں بنایا گیا، بنیادی حقوق کی پاسداری وحفاظت کے لیے دستور ہند کی اسی باوضع شق سے اپنی تہذیب، اپنی ثقافت، اپنے مروجہ رسم ورواج، اپنے دین مبین کی حفاظت وصیانت کا بیڑہ اٹھایا، اتحاد ملت کے خواب کو تعبیر کے قالب میں ڈھالنے کے لیے امارت شرعیہ کا قیام آج سے ایک سو سال پہلے کیا۔ اللہ ان بزرگوں کی روح کو شاد کرے، آج انہیں کی فکر کے ہم سب خوشہ چیں ہیں، سب سے اہم مسئلہ عائلی قانون (Family Law) کی حفاظت کا تھا، عائلی قانون فقہ اسلامی کی ایک مظبوط اصیل ہے، اگر یہ پامال ہوگئی، اگر اس میں انضباط قائم نہ رہا تو دوسرے احکام اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے، اگر ہمارا گھر ہی محفوظ نہیں ہے، وہی شبخون کی زد میں ہے، تو ہماری مسجدیں، ہماری خانقاہیں، ہمارے مدارس کیسے محفوظ و مامون رہ سکتے ہیں، یہ مقام غور بھی ہے، مقام فکر بھی۔ محاورہ ہے کہ من چنگا تو کٹھوتی میں گنگا۔ خشت اول کے طور پر دار القضاء قائم کیا گیا، مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ میں قائم ہے، اس کی شاخیں ہر ضلع میں پھیلائی گئیں، قضاۃ ومفتیان کی تقرری کی گئی، مسئلہ تھا کہ اتنی بڑی تعداد میں قضاۃ کہاں سے لائے جائیں گے، اس کے لیے المعہد العالی قائم ہوا، اس معہد میں قضاۃ کو اسلامی فقہ کی تعلیم دی جاتی ہے، اس کے بعد ان کی کار قضاء کے لیے تربیت کی جاتی ہے اور عملی مشق کرائی جاتی ہے۔ ان کے لیے وظائف مقرر کیے گئے ہیں۔

آپ غور فرمائیں اس سیکولر ہندوستان میں دین وملت کی پاسبانی کا اس سے بہتر طریقہ اور کیا ہوسکتا ہے، یہ بھی مقام غور ہے کہ ایسا کرنے کے پیچھے کون سا داعیہ تھا، یہ داعیہ ہمارے بزرگوں کی امانت تھی، میں کسی بزرگ کا نام نہیں لیتا، آپ امارت شرعیہ کی تاریخ پڑھیں، شہ سرخی خود نظر آ جائے گی، آج جس شخص فرید کے ہاتھوں میں امارت شرعیہ کی کلید ہے، انہوں نے عالمانہ اور فقیہانہ تبحر سے دار القضاء کو نہایت قرینے سے وسعت عنایت کی ہے، بہار اور جھارکھنڈ کا شاید ہی کوئی اہم ضلع محروم رہ گیا ہو۔ جو بچ گیا ہے اس پر بھی تمام اراکین کی نظر بینا لگی ہوئی ہے، ان شاء اللہ اب ہمارے تمام گھریلو معاملات ومسائل دار القضاء ہی کے واسطے سے حل ہوں گے۔ اس میں کسی مسلک ومشرب کی کوئی قید نہیں ہے۔

ع جو بڑھ کر تھام لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

دار القضاء پر کبھی کبھی سیکولر گوشوں سے ناقدانہ تبصرہ کیا جاتا ہے۔ یہ کوئی علاحدہ کورٹ نہیں ہے، یہ تو ایک پنچایتی نظام ہے، جس کی دستور ہند میں کھلے لفظوں میں گنجائش رکھی گئی ہے، اس طریقہ کار سے ہم عدلیہ کے بوجھ کو کم کرتے ہیں، دوسرے لفظوں میں ان کے معاون ہیں، نہ کہ حریف۔ ہم ان کی معاونت کرتے ہیں، ہم ان کے معین ومددگار ہیں، اس بات کو اچھی طرح ذہن نشیں کرنے کی ضرورت ہے۔

گذشتہ سال پورا ملک طلاق کے جھونکے میں آ گیا، ایسا معلوم ہوا کہ ملت کے پاس طلاق کے علاوہ دوسرا کوئی مسئلہ ہے ہی نہیں، علماء صفائی پر اتر آئے، کہا گیا کہ اسلام میں چند ناپسندیدہ چیزوں کے ساتھ طلاق بھی ہے، لیکن پورا ملک اور ملک کی ایک مخصوص جماعت اس کے پیچھے پڑ گئی، جیسے گذشتہ ایام میں اجرائے نفقہ کے ایشو کو پوری طاقت سے اچھالا گیا تھا، اور بعد میں حکومت کی پہل پر وہ سرد ہوا۔ میرا مشورہ ہے کہ دیگر زبانوں میں بالخصوص قومی زبان میں نہایت سلیقے اور منطقی طریقے سے طلاق کے مضمرات کو عام کیا جائے، علماء اپنی تقریروں میں مطالعہ کے بعد تمام مضمرات کو سمجھ کر آسان لفظوں میں اسے بیان کریں تاکہ اس کے نفع ونقصان پر عوامی آرا بیدار ہو جائیں۔ مضمون نگار گذارش نہیں کرتا لیکن میں بحیثیت رکن شوریٰ آپ سے التماساً کہتا ہوں کہ آج کے ماحول کو دیکھیں، سمجھیں اور مناسب قدم اٹھائیں، آپ نے اب تک جس صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا ہے، ان شاء اللہ مستقبل قریب میں وہ رنگ لائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ فضائے بسیط کی دھاریاں نظر آنے لگی ہیں، اتحاد ملت کی ڈوری کو مضبوطی سے تھام لیجئے، اسلاف کی طرف نظر اٹھائیے، وہاں ایک ہی رنگ تھا، ''صبغۃ اللہ'' بس اسی رنگ میں رنگ جائیے۔ غالب نے کیا خوب کہا:

ع ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہوگئیں

اعلان مفقود الخبری

● معاملہ نمبر ۱۰۱/۴۳۴/۴۰ھ (متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ فیرس لین کولکاتا) تمنا پروین بنت محمد شمشاد مقام اے ۱۶ ڈاکخانہ دسرام پور روڈ ضلع کولکاتا۔ ۱۶۔ فریق اول۔ بنام۔ محمد شبیر اقبال ولد محمد طاہر مقام ۱۲ ایچ ۱۱ علیم الدین اسٹریٹ ضلع کولکاتا۔ ۱۶۔ فریق دوم۔ اطلاع بنام فریق دوم۔ معاملہ ہذا میں فریق اول تمنا پروین بنت محمد شمشاد نے آپ فریق دوم محمد شبیر اقبال ولد محمد طاہر کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ ۲۵/ فیرس لین کولکاتا میں عرصہ ۳/سال سے غائب ولاپتہ ہونے اور نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا معاملہ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ سماعت ۱/شعبان ۱۴۴۰ھ مطابق ۷/اپریل ۲۰۱۹ء بروز اتوار بوقت ۹/بجے دن خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے کی صورت میں معاملہ کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط قاضی شریعت

● معاملہ نمبر ۳۳/۴۶۵/۴۰ھ (متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ توپسیا کولکاتا) شکیلہ بانو بنت غلام حسین مقام ۹۵/۲۷ پٹرسن روڈ ڈاکخانہ حاجی نگر ضلع نارتھ ۲۴/پرگنہ۔ فریق اول۔ بنام۔ عبدالرحمٰن ولد محمد اصغر علی مقام نیرن کاری ڈاکخانہ دیونر گوندی ضلع ایسٹ ممبئی ۴۰۰۰۸۸۔ فریق دوم۔ اطلاع بنام فریق دوم۔ معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ توپسیا روڈ کولکاتا میں عرصہ سات ماہ سے نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کیے جانے کا معاملہ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں مورخہ ۲۲/رجب المرجب ۴۰ھ مطابق ۳۰/مارچ ۲۰۱۹ء روز سنیچر کو خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر عدم حاضری یا عدم پیروی کی صورت میں معاملہ کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے، فقط۔ قاضی شریعت۔

بقیہ جنگ کسی صورت قبول نہیں .... حکومتیں تبدیل ہوتی رہیں اور دہشت گردوں پر قابو پانے کی ہر کوشش ناکام رہی، ہماری اصل جنگ دہشت گردی سے ہے۔ عالمی سیاست کے نقشے پر بھی دہشت گردی اس حد تک داخل ہوچکی ہے کہ وقفے وقفے سے کسی نہ کسی خطہ سے دھواں اٹھتا ہوا نظر آجاتا ہے۔ کبھی ہم اپنوں کا سوگ مناتے ہیں، کبھی کامیاب سرجیکل اسٹرائک کے بعد فتح کا جشن مناتے ہیں، مرتا تو انسان ہے، اس نظریے سے بھی سوچے جانے کی ضرورت ہے، کسی کی مانگ اجڑ گئی، کسی کی کلائیاں سونی ہوگئیں، ناپاک سیاست کا حاصل کچھ نہیں، ضرورت ہے اس بنیاد کو ختم کرنے کی، دہشت گردی جہاں سے عروج پاتی ہے، یہ وقت پاکستان کے لیے بھی سوچنے کا ہے کہ دہشت گردوں کے ٹھکانے اگر ختم کردیے گئے تھے تو لشکر طیبہ اور جیش محمد جیسی تنظیمیں اب تک زندہ کیوں ہیں؟ جب تک ایسی ایک بھی تنظیم زندہ ہے، تب تک امن ودوستی کے راستے میں یہ دہشت گرد رکاوٹ پیدا کرتے رہیں گے۔ **(بشکریہ روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو)**

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔

Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ مزید مفید ودینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

بابری مسجد مقدمہ: فریقین تنازعہ کو بات چیت سے حل کرلیں۔ سپریم کورٹ

بابری مسجد مقدمہ کی سماعت کے دوران سپریم کورٹ نے ایک بار پھر مسئلہ کو بات چیت اور آپسی رضا مندی کے ذریعہ حل کئے جانے کی وکالت کی۔ چیف جسٹس نے کہا کہ یہ معاملہ کافی حساس ہے اور اس میں ملک کی دو بڑی مذہبی اکائیاں فریق ہیں اس لئے اگر مسئلہ کا کوئی حل آپسی رضا مندی سے ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ لہذا ہم چاہتے ہیں کہ فریقین ایک بار پھر مذاکرات کے لئے بیٹھیں۔ اس بار مسلم فریق کے وکیل ڈاکٹر راجیو دھون نے کہا کہ ہمیں بات چیت سے ہرگز بھی انکار نہیں ہے، بہتر ہوگا اگر یہ مسئلہ بات چیت کے ذریعہ حل ہو جائے تاہم بات چیت سپریم کورٹ کی نگرانی میں اور بند کمرے میں ہو تاکہ گفتگو سنجیدہ ماحول میں ہو اور میڈیا و پبلسٹی سے اسے دور رکھا جائے۔ لیکن ہندو فریقوں نے اس کی مخالفت کی۔ ویشو ہندو پریشد اور رام للا کے وکلا نے یہ کہ کر اس کی مخالفت کی کہ اس سے مقدمہ طول پکڑے گا لہذا وہ کسی بات چیت کے لئے تیار نہیں ہیں۔ البتہ نرموہی اکھاڑہ نے اس تجویز سے اتفاق کیا، جو کہ اس مقدمہ میں ایک اہم فریق ہے۔ اس پر کورٹ نے کہا کہ وہ ۵؍مارچ کو بات چیت سے متعلق فیصلہ سنائے گا۔ دوسرا اہم مسئلہ دستاویزات کے تراجم کا تھا جس پر گزشتہ سماعت میں کورٹ نے رجسٹرار کو ہدایت دی تھی کہ جو تراجم پارٹیوں نے کرائے ہیں وہ اس کی جانچ کرے۔ آج رجسٹرار نے کہا کہ اس کے لئے اسے ۱۲۰؍ورکنگ ڈیز (دن) درکار ہوں گے۔ اس پر سپریم کورٹ نے فریقین سے کہا وہ دو ہفتہ میں ایک دوسرے کے تراجم کی از خود جانچ کر کے کورٹ کو رپورٹ دیں۔ اس سماعت پر مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مسلم پرسنل لا بورڈ کا ہمیشہ سے یہی موقف رہا ہے کہ مسئلہ یا تو بات چیت سے حل کیا جائے یا پھر عدالت سے، لہذا بورڈ بات چیت کا کبھی بھی مخالف نہیں رہا ہے۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کی بابری مسجد کمیٹی کے کنوینر ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس نے کہا کہ بہتر تو یہی ہے کہ مسئلہ کا حل بات چیت کے ذریعہ نکالا جائے لیکن ماضی میں بات چیت کی جتنی بھی کوششیں ہوئیں وہ ناکام ہوگئی تھیں، صرف ہندو فریقوں کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے۔ ہم بات چیت کے کبھی مخالف نہیں رہے ہیں تاہم بات چیت ثبوتوں کی بنیاد پر ہو آستھا اور عقیدے کی بنیاد پر نہیں اور یہ بات چیت کورٹ کی نگرانی میں ہو۔ اس کی سماعت میں مسلم پرسنل لا بورڈ اور جمعیت علما ہند کی طرف سے سینئر وکلا ڈاکٹر راجیو دھون، راجیو رام چندرن، دوشانت دوے، محترمہ ورندا گروور، محترمہ میناکشی اروڑہ کے علاوہ ایڈوکیٹ یوسف حاتم مچھالا، ایڈوکیٹ ظفریاب جیلانی، ایڈوکیٹ سید شکیل، ایڈوکیٹ ایم آر شمشاد، ایڈوکیٹ ارشاد احمد اور ان کے جونیئر بھی موجود تھے۔ بورڈ کی بابری مسجد کمیٹی کے کنوینر ڈاکٹر قاسم رسول الیاس بھی اس دوران کورٹ میں موجود تھے اور سماعت کے بعد سپریم کورٹ کی کاروائی سے میڈیا کو بریف کیا۔

۲۷؍مارچ ۲۰۱۹ء کو امیر شریعت رابعؒ کی حیات وخدمات پر یک روزہ سیمینار

المدد ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ پٹنہ کے زیر اہتمام و بہار اردو اکیڈمی پٹنہ اور قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی کے تعاون سے مدرسہ اصلاح البنات، سوبھن، دربھنگہ، بہار میں حضرت امیر شریعت رابع مولانا سید منت اللہ رحمانی صاحبؒ (بانی واولین جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ) کی حیات وادبی خدمات پر ۲۷؍مارچ ۲۰۱۹ء کو یک روزہ بین الاقوامی سیمینار ہونا طے پایا ہے۔ اس سیمینار کی صدارت مفکر اسلام حضرت امیر شریعت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر، و جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کریں گے (انشاء اللہ) لہذا اہل قلم سے گذارش ہے کہ حضرت امیر شریعت رابع مولانا سید منت اللہ رحمانی صاحبؒ کی حیات وخدمات سے متعلق کسی بھی پہلو پر مقالہ تحریر فرما کر مندرجہ ذیل ای میل پر بھیج دیں:

almadadtrustpatna@gmail.com,madrasaislahulbanat@gmail.com

یا بذریعہ رجسٹری ڈاک: سکریٹری مدرسہ اصلاح البنات مقام سوبھن، پوسٹ لال شاہ پور، ضلع دربھنگہ، بہار (پن کوڈ 846005) کے پتے پر انپیج (Inpage) و پی ڈی ایف (PDF) دونوں فائل میں بتاریخ ۱۵؍مارچ ۲۰۱۹ء تک بھیجنے کی زحمت گوارہ کریں۔ ساتھ ہی اس باوقار سیمینار میں شرکت کر کے سیمینار کو کامیاب بنائیں۔ المدد ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ پٹنہ آپ کا شکر گذار رہے گا۔ یہ اطلاع مولانا محمد اعجاز احمد سابق چیرمین بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ نے دی ہے۔

امارت شرعیہ مسلمانوں کی ایک عظیم مذہبی نعمت

امارت شرعیہ ملت اسلامیہ کے لئے ایک عظیم نعمت اور بہار، اڈیشہ اور جھارکھنڈ کے مسلمانوں کے لئے سایہ رحمت وسعادت ہے، امارت کی برکت ہے کہ اللہ نے ہمیں اس آیت قرآنی پر عمل کی سعادت بخشی جس میں اللہ اور رسول کے ساتھ ایک امیر شرعی کے انتخاب اور اس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، امارت شرعیہ اور اس کے ماننے والے مسلمان اس آیت قرآنی کی عملی تصویر ہیں، امارت شرعیہ کا قیام اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کے سد باب اور مسلمانوں کی ایمانی زندگی کو تابناک اور بہتر بنانے کی غرض سے عمل میں آیا، آج سو سال کی مدت میں امارت شرعیہ کے اکابر نے ان دونوں محاذوں پر جو خدمات انجام دی ہیں ملک وملت کی تاریخ اس کے تذکرہ کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی، اور خدا کا شکر ہے کہ اس وقت جو عظیم شخصیت میر کارواں کی حیثیت سے امارت شرعیہ کی سربراہی فرما رہے ہیں اللہ نے ان کو علم وعمل، جرات وبے باکی، تجربہ وحکمت عملی اور ملی مسائل کی گتھیوں کو سلجھانے کا جو ہنر عطا فرمایا ہے وہ پوری ملت کے لئے قابل فخر ہے، مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ جن کی شرعی امارت میں امارت شرعیہ کا کارواں ترقی کی راہ پر گامزن ہیں، بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے نہ صرف امیر شریعت ہیں بلکہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری بھی ہیں، آپ ہی کی ہدایت سے امارت شرعیہ کا یہ دعوتی کارواں صوبہ اڈیشہ کے چند اضلاع کے دعوتی دورہ پر آیا ہے، اس وقت اڈیشہ کی راجدھانی بھومنیشور میں آپ مسلمانوں کا یہ بڑا اجتماع امارت شرعیہ سے محبت اور حضرت امیر شریعت کی اطاعت کا ایک بڑا عملی نمونہ ہے، ضرورت ہے کہ امارت شرعیہ کی محبت سے ہمیشہ آپ کا دل آباد رہے اور حضرت امیر شریعت کا جو پیغام آپ کے کانوں تک پہونچے آپ اس پر عمل کے لئے تیار رہیں، ان خیالات کا اظہار راقم الحروف نے ۲۶؍فروری کو مدرسہ جامع العلوم بھومنیشور میں ایک بڑے اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے کیا، انہوں نے اس موقع پر اڈیشہ میں امارت شرعیہ کی طرف سے ہو رہی خدمات کا تذکرہ بھی کیا اور آئندہ کے عزائم ومنصوبے بھی بتائے۔ اس سے قبل برہم بردہ میں میں ایک بڑا اجلاس منعقد ہوا، جس کو علماء وفد نے خطاب کیا، وفد کے استقبال میں ایک خصوصی اجلاس امول شاہی میں منعقد ہوا، جس کو خطاب کرتے ہوئے مفتی سعید الرحمٰن قاسمی صاحب نے بنیادی دینی تعلیم کی ضرورت اور صوبہ اڈیشہ میں ایسے عصری تعلیمی ادارے جس میں بچوں کی تعلیم کے ساتھ ان کے ایمان واخلاق کی حفاظت کا بھی انتظام ہو اس کے قیام پر زور دیا، مفتی انور قاسمی حسین صاحب نے موجودہ حالات میں حوصلہ مندانہ زندگی گذارنے اور مشکلات کا مقابلہ ایمان اور صبر کی طاقت سے کرنے کی تلقین کی، جناب مولانا قمر انیس قاسمی صاحب نے ہر عمل میں اخلاص کو اپنانے اور دینی کام کرنے والے ہر فرد اور تنظیم کا مخلصانہ تعاون کرنے کی اپیل کی۔ مفتی صبغۃ اللہ قاسمی صاحب نے دار القضاء کٹک کی کارکردگی کا تعارف کرایا، واضح رہے کہ امارت شرعیہ کے دعوتی وفد نے ۲۰؍فروری سے اڈیشہ کے مختلف اضلاع کا جو دورہ شروع کیا تھا ۲۶؍فروری کو وہ بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا، اس دورہ سے جگت سنگھ پور، کیندرپارہ، جاج پور، کٹک اور بھوبنیشور کے مسلم آبادیوں میں دین کی نئی حرارت محسوس کی گئی، عوام وخواص نے اس دورہ کو وقت کی اہم ضرورت بتایا اور حضرت امیر شریعت مدظلہ کے لئے کلمات تشکر ادا کئے۔

دار القضاء میں اپنے عائلی تنازعات حل کروانا مسلمانوں پر فرض: مولانا محمد قاسم

دار العلوم فرنگی محل لکھنو میں تربیت قضاء کیمپ میں اہم موضوعات پر محاضرات

دار العلوم فرنگی محل لکھنو میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی دار القضاء کمیٹی کی نگرانی میں سہ روزہ تربیت قضاء کیمپ کا انعقاد ہوا، امارت شرعیہ کی جانب سے مولانا محمد قاسم مظفر پوری قاضی شریعت امارت شرعیہ، بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی قیادت میں ایک موقر وفد نے اس تربیتی کیمپ میں شرکت کی، اس وفد میں نائب قاضی شریعت مولانا مفتی وصی احمد قاسمی، مولانا شمیم اکرم رحمانی معاون قاضی شریعت و مولانا عبد اللہ انس قاسمی بھی شریک تھے۔ مولانا سعید الرحمٰن اعظمی کی صدارت میں منعقد پہلے سیشن میں مولانا مفتی وصی احمد قاسمی نے نظام قضا کی شرعی اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی، انہوں نے امارت شرعیہ کے دار القضاء کی خصوصیات اور اس کے طریقہ کار کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ پورے ملک میں امارت شرعیہ کے دار القضاء کو قدر اور اعتبار حاصل ہے اور بے شمار مثالیں ایسی ہیں کہ یہاں کے فیصلے کی ملکی عدالت میں نہ صرف تحسین کی گئی بلکہ اس کو برقرار رکھا گیا، کئی ایسی مثالیں ہیں جس میں عدالت نے خود فریقین کو مشورہ دیا کہ وہ دار القضاء امارت شرعیہ سے اپنے معاملہ کو حل کرائیں۔ انہوں نے قاضیوں کو مشورہ دیا کہ قوانین اسلامی کے ساتھ ساتھ وہ ملکی قوانین کی دفعات پر نگاہ رکھیں۔ اس تربیتی کیمپ کا دوسرا سیشن مولانا محمد قاسم مظفر پوری قاضی شریعت امارت شرعیہ، بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی صدارت اور مولانا محمد نصر اللہ کی نظامت میں ہوا، اس سیشن کا موضوع ''دار القضاء دستور ہند کی روشنی میں'' تھا۔ اس موضوع پر مولانا فرحان حبیب ندوی ایڈوکیٹ نے محاضرہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ آئین ہند کی دفعہ ۲۵ میں واضح کیا گیا ہے کہ شہری کو اپنی پسند کا مذہب اختیار کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کی پوری پوری آزادی حاصل ہے، چونکہ مسلمان اس ملک کے باعزت شہری ہیں تو ان کو بھی مکمل طور پر اپنے مذہب پر عمل کرنے کا آئینی، دستوری اور قانونی حق حاصل ہے، شرعی طور پر مسلمان جن ممالک میں اقلیت میں ہیں وہاں پر ان کو اپنے عائلی تنازعات مسلم پرسنل لا کی روشنی میں حل کرنا ان کا مذہبی فریضہ ہے، اس نقطہ نظر سے اپنے اس عظیم الشان ملک بھارت میں علماء کرام کی کوششوں اور محنتوں سے دار القضاء قائم ہوئے اور کام کر رہے ہیں جن میں کسی بھی قسم سے فوجداری کے معاملات نہیں لئے جاتے ہیں اور نہ ان معاملات کو قبول کیا جاتا ہے، لہذا یہ ادارے دستور ہند کے مطابق صرف اور صرف اپنے مذہبی امور کی حد تک مسلمانوں کے معاملات کو حل کرنے کی گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں، ''دار القضاء سے متعلق اعتراضات وغلط فہمیوں کا ازالہ'' کے موضوع پر مولانا قاضی تبریز عالم آرگنائزر دار القضاء کمیٹی نے کہا کہ گذشتہ کچھ عرصے میں دار القضاء کے کام میں ملکی سطح پر تیزی سے وسعت آئی ہے، اور اس کی مقبولیت میں روز بروز اضافہ اس لئے ہو رہا ہے کہ بہت سہولت کے ساتھ کم وقت اور کم خرچ میں معاملات حل کئے جا رہے ہیں ''دار القضاء کی عملی کارروائی'' کے موضوع پر مولانا محمد شمیم اکرم رحمانی معاون قاضی شریعت نے محاضرہ پیش کیا، انہوں نے کہا کہ جب کوئی فریق دار القضاء میں معاملہ لے کر آتا ہے تو سب سے پہلے اس سے باضابطہ عرضی یا استغاثے کی شکل میں فریقین کے تعین کے ساتھ درخواست لی جاتی ہے، جن میں چند اہم امور کی صراحت ضروری ہوتی ہے۔ اپنے صدارتی خطاب میں مولانا محمد قاسم مظفر پوری قاضی شریعت امارت شرعیہ نے کہا کہ جن موضوعات پر قاضیان کرام نے روشنی ڈالی وہ نظام قضاء کی اساس وبنیاد ہیں اور یقینی طور پر وہ قضاۃ اور ان کے معاونین کے ساتھ تدریب قضاء کے طلبہ کے لئے نہایت مفید اور کارآمد ہیں، انہوں نے کہا کہ دار القضاء میں عائلی تنازعات حل کروانا مسلمانوں پر فرض ہے۔ سیشن کے آخر میں سوال وجواب ہوئے۔ اس اجلاس میں مولانا عتیق احمد بستوی کنوینر دار القضاء کمیٹی، مولانا عبد العلیم فاروقی سمیت ملک کے مختلف حصوں سے تشریف لائے ممتاز قضاۃ وعلماء کرام کی بڑی تعداد شریک رہی۔ کانفرنس کے میزبان مولانا خالد رشید فرنگی محلی نے پر مغز خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ مولانا نعیم الدین صدیقی مہتمم دار العلوم فرنگی محلی نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

Volume:57/67,Issue:09 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqeeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

جنگ میں قتل سپاہی ہوں گے
سرخ رو ظلِ الٰہی ہوں گے
(نامعلوم)

آج کا ہندوستان اسٹالن کا روس نہیں ہے

رام چندر گُہا

۱۹۴۰ء میں جارج آرویل نے ''میرا ملک دائیں یا بائیں'' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا۔ اُس وقت برطانیہ اور جرمنی کے بیچ جنگ چل رہی تھی، نازی افواج لندن کو نقصان پہنچا رہی تھیں اور ان سب سے الگ، کئی طرح کے شکوک میں مبتلا جارج آرویل جذباتی و جنگ وجدال میں ڈوبے قوم پرستوں کی حمایت کر رہا تھا۔ اپنے ایک مضمون میں اس نے ''یک طرفہ امن پسندی'' کے خیالات پر شدید تنقید کی ہے، دائیں بازو کے دانشور اس وقت امن پسندی کی تلقین کر رہے تھے، ایک سوشلسٹ ہونے کے ناطے آرویل جنگ کے نتائج سے خوفزدہ تھا اور برسوں پہلے جنگ کے خلاف پمفلٹس لکھ چکا تھا، لیکن جب جنگ شروع ہوئی تو آرویل نے پایا کہ وہ دل سے محبّ وطن تھا، وہ جنگ میں مدد کرے گا اور موقعہ ملا تو میدانِ جنگ میں بھی جائے گا، نیز اپنی جانب سے جنگ کے کاز کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا نہ ہی اس کی مخالفت کرے گا، جنگ کو اس کی حمایت جاری تھی، اس نے لکھا ہے کہ برسرِ اقتدار ''کنزرویٹیو سرکار'' تک کو میری وفاداری کا یقین تھا۔

چھ سال بعد نازیوں کو شکست ہوگئی اور دنیا میں اور خود اس کے ملک میں امن لوٹ آیا، تب آرویل نے اپنے مضامین کا مجموعہ ''میں کیوں لکھتا ہوں'' شائع کیا۔ اس میں اس نے لوگ کتابیں یا مضمون لکھنے کی طرف راغب کیوں ہوتے ہیں، اس کی چار وجوہات بتائیں۔ یہ وجوہات تھیں ''گہری انانیت''، ''جمالیاتی جذبہ''، ''تاریخی محرکات'' اور ''سیاسی مقاصد''۔ اپنے خود کے عملِ تصنیف وتالیف کی بابت اس نے لکھا: ''جب میں کوئی کتاب لکھنے لگتا ہوں تو خود سے یہ نہیں کہتا کہ میں کوئی شاہکار تخلیق کرنے جا رہا ہوں، میں یہ سب اس لیے لکھتا ہوں کہ کچھ جھوٹ عام ہوگئے ہیں، میں ان کا پردہ فاش کرنا چاہتا ہوں، کچھ حقائق ہیں، جن کی جانب توجہ دلانا ہے۔''

آج کے ہندوستان میں آرویل کا کون سا پہلو زیادہ موزوں ہے، ضرورت سے زیادہ محبّ وطن یا ایک سچا انسان؟ کیا ادیب، رپورٹر، ایڈیٹر اور ٹی وی اینکر کو سرکار کی جی حضوری کرنا چاہیے؟ یا انہیں ان حقائق کو طشت از بام کرنا چاہیے، سرکار جنہیں دبانا چاہتی ہے، اور ان جھوٹی باتوں کو درکنار کرنا چاہیے، جنہیں سرکار پھیلانا چاہتی ہے؟

اپنے بارے میں کہوں تو جب پلواما میں دہشت گردانہ حملہ ہوا تو میرے اندر کا محبّ وطن بیدار ہوا اور غصے میں آ گیا، پاکستان اور اس کے ذریعے تیار کیے گئے دہشت گردی کے نیٹ ورک کو کبھی معاف نہ کرنے کی بات دل میں آئی، مجھے بے حد سکون محسوس ہوا، جب ان ممالک نے اس حملے کی مذمت کی، جو کبھی اسلام آباد کے حلیف تھے، جیسے امریکہ، جب ہماری فضائیہ نے ادھر کارروائی کی تو مجھے وہ مناسب لگی۔ 26/11 کو ہوئے دہشت گردانہ حملوں کے بعد ہماری سرکار نے دنیا کے سامنے پاکستان کی حرکتیں رکھ کر اسے شرمندگی سے دوچار کرنے کی کوشش کی۔ لیکن صاف کہا جائے تو پڑوسی ملک اور اس جنگ کے لیے چلانے والوں کو کوئی خجالت نہ ہوئی، ایک دہائی کے بعد بھی پاکستان کی پشت پناہی پر پل رہے دہشت گرد ہندوستان پر حملے کر رہے ہیں، بالاکوٹ میں جیشِ محمد کے کیمپ پر ہوائی حملہ (خواہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا ہو یا نہ ہوا ہو) وہی پرانے قرضے چکانے کے مترادف تھا۔

لیکن جلد ہی میں نے پایا کہ مجھے بہت سی باتیں پتہ ہونی چاہئیں؛ جیسے کہ ۲۰۱۹ء کا ہندوستان ۱۹۴۰ء کا گریٹ بریٹن نہیں ہے۔ پھر یہ بھی کہ ہم پوری طرح جنگ نہیں لڑ رہے ہیں، بلکہ یہ چھوٹی موٹی جھڑپیں ہیں، اس کے ساتھ ہی ملک کے عام انتخابات سامنے آن کھڑے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے دہلی میں برسرِ اقتدار سرکار پاکستان کے ساتھ ان جھڑپوں کو دو طرح سے دیکھ رہی ہے؛ ایک یہ کہ ہندوستان کے لیے ان حالات کے کیا معنی ہیں، دوسرا یہ کہ بی جے پی کو دوبارہ اقتدار تک پہنچانے میں اس کی کیا اہمیت ہے۔

ایک پارٹی کے پرجوش حامیوں نے پلواما پر ہوئے دہشت گردانہ حملے کا فائدہ اٹھانا جلد ہی شروع کر دیا تھا۔ بی جے پی کے رکن پارلیامنٹ اور مرکزی وزراء شہیدوں کے گھروں تک پہنچے اور ان کے جنازوں کے ساتھ سیلفی لینے لگے، ایک گورنر جن کا تقرر بی جے پی نے کیا ہے، اس پر ٹوئٹ کرتے رہے اور بی جے پی کے قومی صدر کشمیر کے خلاف باقی ہندوستان میں تقریریں کرنے نکل پڑے، یہ سب اس لیے کیا جا رہا تھا کہ ملک کے اکثریتی طبقے کو اپنے پالے میں کیا جا سکے۔ یہ بھی ہوا کہ دہشت گردانہ حملے کے دس روز بعد دہلی میں نیشنل وار میموریل کا افتتاح کیا گیا؛ جسے قومی ایکتا کا مظاہرہ کرنے کے لیے گڑھا گیا ایک موقعہ کہا جا سکتا ہے۔ البتہ برسرِ اقتدار پارٹی اسے اس طرح نہیں دیکھتی ہے، ایک سینئر مرکزی وزیر اپنے باس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کے ساتھ سیلفی لے کر ٹوئٹ کرتے ہیں: ''ملک کے پہلے وار میموریل کو حقیقت میں بدلنے کا کام وزیر اعظم نریندر مودی نے کر دکھایا، اس کا ملک کو ۷۰؍ سال انتظار کرنا پڑا، اس یادگارِ شہیداں کی تقریبِ افتتاح کو خود باس نے بھی کانگریس پارٹی اور اس کے اولین معمار خاندان پر حملہ کرنے کا ذریعہ بنایا۔ وزیر اعظم نے اس موقعے پر صرف اپنی اور اپنی پارٹی کی بات کی۔

یہ سب بہت ہی بھدا تھا، جس میں دہشت کی بڑی تصویر پیش کر کے پاکستان کے ساتھ ممکنہ جنگ کی باتیں کی جا رہی تھیں، اس کی حمایت میں کھڑے ہونا تو اور بدترین تھا۔ ۲۵؍ فروری کو سرحد کے اس پار فضائی حملے کے بعد بی جے پی کے صدر امت شاہ نے ٹوئٹ کیا: ''آج کی کارروائی نے اس کی مزید توثیق کر دی کہ وزیرِ اعظم نریندر مودی کی مضبوط و ماہرانہ قیادت میں ہندوستان محفوظ و مستحکم ہے۔'' اس کی امید کی ہی جا سکتی تھی، کیونکہ معقولیت وشائستگی امت شاہ کے لیے کسی دوسرے سیارے کی باتیں ہیں، وہ چناؤ جیتنے کے لیے سب کچھ کریں گے، اس سے بھی زیادہ مایوس کن ایک مرکزی وزیر کا، جو فوج کے سابق افسر بھی ہیں یہ ٹوئٹ تھا کہ مذکورہ ''فضائی حملہ'' نریندر مودی کی قیادت میں تشکیل پا رہے ایک فیصلہ کن ''نئے انڈیا'' کا ثبوت ہے، اسی دن وزیر اعظم خود بیک گراونڈ میں پلواما کی تصاویر کے ساتھ راجستھان میں ایک سیاسی تقریر کرتے پائے گئے۔

اب ایک بار پھر جارج آرویل کا ذکر کرنے کی ضرورت ہے۔ میں نے ان کے دو مضامین کا ذکر کیا ہے؛ اب میں ان کی دو کتابوں کی بات کرتا ہوں۔ ایک ''اینیمل فارم'' ہے؛ اس میں ایک کردار کا نام نیپولین ہے۔ وہ فوت ہو چکے ایک فرانسیسی آمر کی بہ نسبت، ہم عصر روسی تانا شاہ سے بہت متاثر ہے۔ اس سُپر مین کو فکشن کی مدد سے یہاں سُپر اینیمل میں مُنقلِب کیا گیا ہے۔ آرویل لکھتا ہے: ''نیپولین'' کو اب سادہ سا ''نیپولین'' نہیں کہا جاتا بلکہ اب اُسے ہمارا قائد، ''کامریڈ نیپولین'' پکارا جاتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی عام ہو چلا کہ ہر کامیابی یا اچھے قدم کا سہرہ ''نیپولین'' کے سر باندھا جانے لگا۔

جارج آرویل کی جو دوسری کتاب ذہن میں آتی ہے، وہ یقیناً ۱۹۸۴ء ہے، اس کی وزارت برائے حق؛ جو جھوٹ پھیلاتی ہے، وزارت برائے محبت؛ جو نفرت کا کاروبار کرتی اور مخالفین کو دباتی ہے، سیاسی پروپیگنڈے کے لیے استعمال کی جانے والی اس کی گول مول زبان اور اس کی فکری پولیس، اس کے بگ بردر جو آپ پر اور آپ کے کام کاج پر نظر رکھ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اس ناول یعنی ۱۹۸۴ء میں ''ٹومنٹس ہیٹ'' نام سے پیش کی گئی فیچر فلم میں آپ کو بی جے پی کی ٹرول آرمی تک کا عکس نظر آئے گا۔ اس کے ناظرین پاتے ہیں کہ ان میں شامل ہونے سے بچنا ناممکن تھا، وہ خوف اور جذبہ انتقام کی مجنونانہ ومہیب گرفت میں ہوتے ہیں، جس کے بیچ ان کے دل ودماغ میں قتل کرنے، ٹارچر کرنے، ایک بھاری ہتھوڑا لے کر چہروں کو کچل دینے جیسے خیالات گردش کرتے رہتے ہیں، وہ یہ جذبات تمام لوگوں میں بجلی کی طرح پھیلا دینا چاہتے ہیں۔

مودی کا ہندوستان اسٹالن کا روس نہیں ہے۔ اُس ملک نے یکے بعد دیگرے کئی مطلق العنان حکمراں دیکھے۔ زار سے لے کر ایک جابر کمیونسٹ کی حکمرانی سے گزرا، ہمارے ملک میں ۷۰؍ سالہ آزادانہ انتخابات کی مستحکم تاریخ ہے، اس دوران مرکز وصوبائی سرکاروں میں کئی پارٹیاں ولیڈران آئے اور گئے، اسی کے ساتھ میرا ہندوستان آرویل کا انگلینڈ نہیں ہے، ہماری پریس حد سے زیادہ سمجھوتہ پرست ہے، ہمارے ادارے بہت کمزور ہیں اور ان پر قبضہ جمایا جا سکتا ہے، ہمارے سیاستداں عوام کے رہنما ہونے کے بجائے بنیادی طور پر خود غرض واقع ہوئے ہیں۔

جمعرات کو اس کالم کی تیاریاں کرتے وقت پلواما حملے کو پورے دو ہفتے ہو چکے تھے۔ تب تک وزیر اعظم حزبِ اختلاف کے لیڈران سے نہیں ملے تھے، جنہیں اس معاملے کی بابت یقیناً بتایا جانا چاہیے تھا کہ ملک کے تحفظ اور سلامتی کے لیے وہ اور ان کی سرکار کیا کر رہی ہے۔ اس کے برخلاف اپنی جارحانہ انداز کی سیاست کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے پورے ملک کے بی جے پی کارکنان کو ایک ویڈیو کانفرنس کے ذریعے خطاب کیا، جس میں انہوں نے حزبِ اختلاف کی پارٹیوں کو بدعنوان اور موقعہ پرست ٹھہرایا۔

ایسے وقت میں ایک ادیب یا رپورٹر کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ تب، جبکہ پڑوسی ملک نے اس کے خلاف ایک خفیہ جنگ چھیڑ رکھی ہو، کیا وہ سرکار کی ساری باتیں آنکھ بند کر کے قبول کر لے؟ ساتھی وزیروں یا جسے ''گودی میڈیا'' کا لقب دیا جا چکا ہے، اس کے ذریعے وزیر اعظم کی گڑھی جا رہی شبیہ کے سائے میں اسے چلنا چاہیے؟

یا پھر ایسے میں جبکہ ملک کے وزیر اعظم ملک کے مفادات کا خیال رکھنے کے بجائے صاف طور پر پارٹی یا اپنی ذات کے لیے کام کرتے دکھائی دے رہے ہوں، ہمیں سرکار کی دروغ گوئی اور غلط بیانی کو ٹھکرا دینا چاہیے؟ کیا ہمیں اپنے مضامین اور پروگرامس میں آنے والے انتخابات کا ہوّا کھڑا کرنے کے بجائے، اس پر اور توجہ مرکوز نہیں کرنی چاہیے کہ ہندوستان مستقبل قریب میں یا طویل مدت کے لیے دہشت گردی کے سائے سے کیسے محفوظ رہ سکتا ہے؟

ان سوالات کے جواب عام یا سہل نہیں ہیں۔ یہی کافی ہے کہ ہم ان کے تئیں بیدار ہیں اور ان کا سامنا اپنے ذاتی میلان وشعور کے ساتھ کر رہے ہیں۔ اپنی زمین، تہذیب، وطن اور ہم وطنوں سے محبت کا جذبہ فطری اور قابلِ ستائش ہے۔ ایسے میں جبکہ ہم سب جذبہ حب الوطنی سے سرشار ہونا چاہتے ہیں، باوجود اس کے ادیب کبھی بھی کسی لیڈر، پارٹی یا سرکار کا ڈِھنڈورا پیٹنے والے نہیں ہو سکتے۔

WEEK ENDING-04/03/2019, Fax : 0612-2555280, Phone: 2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب قیمت فی شمارہ -/6 روپے ششماہی -/200 روپے سالانہ -/300 روپے